

اللَّهُ أَكْبَرُ

اللَّهُ
مَدَد

حق پائیدار

صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

نظام خلافت راشدہ مجدد

ثُمَّ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں

ماخوذ از خدام الدین حضرت لاہوری نمبر ۱ - بیچ الثانی ۱۳۹۹ھ مطابق - مارچ ۱۹۷۹ء

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب ابانی تحریک اہل سنت پاکستان

شائع کردہ

تحریک اہل سنت چکوال ضلع جہلم پاکستان

فہرست

حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں

صفحہ	عنوانات
۷	عرض حال
۸	حضرت لاہوری کی شخصیت
۱۰	جامع الشریعت والطرقت
۱۳	کشف وکرامات
۱۶	تزکیہ و تصفیہ
۱۷	حضرت لاہوری کے دو مرتبہ۔ یونین تاج محمد امجدی و مولانا غلام محمد دینپوری
۱۹	کشفی فتنے
۲۰	کشف کے متعلق اکابر طریقت کے ارشادات۔
۲۴	سلطان العارفین حضرت سلطان بابہو کا ارشاد
۲۴	ایک غلط فہمی کا ازالہ (موت کے بعد کے حالات کا فریب کیونکر کشف ہو سکتے ہیں)
۲۷	حضرت لاہوری کی علمی و اصلاحی خدمات
۲۸	درس قرآن
۳۰	مجموعہ رسائل کی اشاعت

عنوانات

صفحہ

۳۱

ہفت روزہ خدام الدین

۳۲

مذہب اہل سنت و الجماعت

۳۴

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد

۳۶

حضرت نانوتویؒ کا ارشاد

۳۷

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ارشاد قیامت کے دن اہل سنت کے چہرہ روشن ہوئے

۳۸

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت

۳۹

حضرت حسینؓ حضرت حسینؓ اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

۴۰

حضرت علی المرتضیٰ نے اہل سنت کی تعریف فرمائی۔

۴۱

عقلمند صحابہ اور حضرت لاہوری

۴۲

حدیث اصحابی کا بنجوم

۴۲

در بارہ سالست سے صحابہ کرام کے احترام کا حکم

۴۳

صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں۔

۴۴

ایک شبہ کا ازالہ صحابہؓ معیار حق کیونکر تسلیم کئے جاسکتے ہیں۔

۴۵

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد۔ تمام امتحان کی پیروی اصول دین میں ضروری

۴۵

الصحابة كلهم عدول

۴۷

صحابہ کرامؓ حق کا تقرب میسر ہیں (حضرت لاہوریؒ)

۴۸

مودودی عقیدہ۔ رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے۔

۵۰

شیخ العرب والعجمؒ اور شیخ التفسیرؒ

۵۲

حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب

۵۴

مودودی صاحب کے قلم سے توہین انبیاء کرام علیہم السلام

۵۵

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق مودودی نظریہ

حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق مودودی نظریہ -

۵۶

حضرت یونس علیہ السلام - - -

۵۶

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام - - -

۵۶

خلافت راشدہ اور حضرت لاہوری

۵۷

حضرت نانوتوی اور چار یار کی اصطلاح

۵۸

حضرت حاجی امداد اللہ مکی کے اشعار اور چار یار

۵۹

حضرت نظامی گنجوی کے اشعار - -

۶۰

حضرت شرف الدین بخاری کے اشعار - -

۶۰

جنات کا ایک عجیب و غریب تازہ واقعہ

۶۱

سرور کائنات کا ارشاد اصحابی کلمہ خیر

۶۵

سرور کائنات کا ارشاد حضرت ابو بکر و حضرت عمرؓ کے خبیثوں کے سر سے

۶۵

سرور کائنات کا ارشاد، میرے بعد ابو بکر و عمرؓ کی پیروی کرنا۔

۶۵

مسند حیات النبیؐ اور حضرت لاہوریؒ

۶۶

حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد، خلفائے راشدین کی خلافت ایک

۶۸

اصل ہے اصول دین سے۔

شیعہ عقیدہ امامت اور سنی عقیدہ خلافت کا فرق۔

۶۸

شیعہ عقیدہ امامت ختم نبوت کے منافی ہے۔

۷۰

اعلان حق چار یار کی ضرورت

۷۱

شیخ التفسیر کے ارشادات

۷۱

آیت استخلاف کی تفسیر

۷۵

مودودی صاحب کی حضرت عثمانؓ ذوالنورین پر تنقید اور حضرت لاہوریؒ کی گرفت

۷۶

- ۷۸ مودودی جیسا کہ حضرت امیر معاویہؓ پر تنقید۔
- ۷۹ حضورؐ کا ارشاد کہ خلافت اور رحمت کا زمانہ آئیگا۔
- ۸۰ بعض شبہات کا ازالہ۔
- ۸۲ نبی کریمؐ نے خلفائے راشدین کی اتباع کا حکم دیا ہے
- ۸۲ آیت استخلاف اور آیت تمکین (دلائل خلافت راشدہ)
- ۸۳ مودودی جیسا کہ تنقید کے نام پر حضرت امیر معاویہؓ کو بہت ملامت بنایا ہے۔
- ۸۵ حضرت عمر بن عبد العزیز افضل ہیں یا حضرت امیر معاویہؓ۔
- ۸۵ پاکستان میں غار جیت کا ظہور
- ۸۶ حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق عباسی نظریہ۔
- ۹۲ ستم ظریفی
- ۹۶ حضرت حسینؓ کے متعلق عباسی نظریہ
- ۹۷ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امام حسنؓ و حسینؓ کے متعلق ارشاد
- ۹۸ حب اہل بیت اور اکابر کے ارشادات
- ۹۸ حضرت لاہوری کا ارشاد
- ۹۸ حضرت مدنی کا ارشاد۔
- ۹۹ امام ربانی مجدد البتہ ثانیؒ کا ارشاد
- ۱۰۰ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا فرمان۔
- ۱۰۱ ایک شبہ کا ازالہ
- ۱۰۱ آیت تطہیر (حضرت علی المرتضیٰؓ وغیرہ حضرات کو اہل بیت قرار دینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے)
- ۱۰۲ غار جی فتنہ کے اثرات

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۳۱	تجويز مجلس تحفظ فلسطين	۱۰۶	حسين ديزيد
۱۳۲	مدح صحابہ اور جمعيت علمائے ہند	۱۰۷	حضرات اکابر ديزيد کو فاسق قرار دیتے ہیں۔
۱۳۵	حضرت لاہوری کی گرفتاری	۱۰۷	حضرت مجدد الف ثانی کا ارشاد
۱۳۶	تقديم ہند اور جمعيت علمائے ہند	۱۰۸	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۱۳۷	حضرت مدنی رح کا اخلاص	۱۰۹	کا ارشاد علامہ ابن تیمیہ کا قول
۱۳۸	حضرت مفتی محمد حسن صاحب کا بیان	۱۱۱	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
۱۳۸	حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کا ارشاد	۱۱۲	کا ارشاد شیخ الاسلام حضرت مدنی کا فرمان
۱۳۹	علامہ اقبال کے اشعار اور اور حضرت مدنی	۱۱۳	امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی کا ارشاد
۱۴۰	حضرت مدنی نے استحکام پاکستان کے لئے دعا کی۔	۱۱۵	جہاد قسطنطنیہ کی پیشگوئی
۱۴۱	حضرت لاہوری اور پاکستان	۱۱۷	محدثین نے قسطنطنیہ کی بشارت سے یزید کو خارج قرار دیا ہے۔
۱۴۶	جمعيت علمائے اسلام کی قیادت	۱۲۱	ایک غلط فہمی کا ازالہ
۱۴۷	برکات امیر	۱۲۳	حضرت لاہوری اور سیاسی تحریکات
۱۴۸	ایک عظیم الشان کرامت (قبر کی مٹی سے خوشبو)	۱۲۴	جمعيت علمائے ہند اور حضرت لاہوری
		۱۲۸	جمعيت علمائے ہند کی شرعی قراردادیں



عرض حال

ہفت روزہ خذ اہر الدین لاہور کا عظیم الشان
حضرت لاہوری نمبر ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ مطابق مارچ ۱۹۷۹ء شائع
ہو چکا ہے جس میں اس خدام اہل سنت کا مضمون بھی بعنوان :-
”حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں“

شائع ہوا ہے۔ چونکہ شیخ التفسیر لاہوریؒ نے اپنی مبارک زندگی میں
تقریباً ہر عصری فتنے کا تعاقب کر کے دین حق اور مذہب اہل سنت
والجماعت کے تحفظ کا شرعی فریضہ ادا کرنے کی کوشش فرمائی ہے جس
کی کچھ تفصیل اس مضمون میں مذکور ہے۔ اس لئے کتابی شکل میں بھی اسکی
اشاعت ضروری سمجھی گئی۔ اور اس عظیم و ضخیم نمبر کی اشاعت کے بعد
حضرت لاہوریؒ ہی کے بعض علمائے متوسلین نے بھی اپنے مکتوب گرمی
کے ذریعہ اس کی تاکید فرمائی ہے۔ لہذا ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے شریک
کے ساتھ کتابی صورت میں اس مضمون کو شائع کیا جا رہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ
حضرت لاہوریؒ اور دیگر اکابر کے ارشادات کی روشنی میں خدام کیلئے اپنی سُنّت
تحریک کے اہم مقاصد کا سمجھنا زیادہ آسان ہو جائیگا۔ حق تعالیٰ ہر سنی مسلمان
کو اپنے مذہب حق اہل سنت والجماعت کی تبلیغ و خدمت اور نظام خلافت
راشدہ کی دعوت و نفرت کی مخلصانہ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

۲۵ مارچ ۱۹۷۹ء خدام اہل سنت مظہر حسین غفرلہ مدنی جامع مسجد چکوال۔ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

صاحب مضمون چونکہ ایک جماعت کے بانی و سربراہ ہیں اس لئے ان کے مقالہ میں کہیں کہیں جماعتی رنگ جھلکتا ہے۔ ہم نے دیانت داری کے پیش نظر مقالہ من و عن شائع کر دیا ہے۔ (ادارہ خدام الدین لاہور)



مدیر خدام الدین مولانا سعید الرحمن علوی نے اپنے مکتوب میں خدام اہل سنت کو یہ تحریر کیا تھا کہ:- ادارہ خدام الدین رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ میں حضرت امیر انجمن مولانا لاہوری قدس سرہ کی یاد میں ایک ضخیم دستاویزی نمبر شائع کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ اس مجلس میں آپ کی شمولیت سے انتہائی مسرت ہوگی۔ مجھے پوری پوری امید ہے کہ آپ یکم رجب تک اپنا مفصل اور پر از معلومات مقالہ ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے اور بندہ نے جوابی عریفہ میں اس کا سعادت میں حصہ لینے کا وعدہ بھی کر لیا تھا لیکن متعدد مصروفیات اور غفلت کی وجہ سے یکم رجب کے بجائے یکم رمضان تک بھی مضمون ارسال نہ کر سکا۔ بہت زیادہ تاخیر سے مضمون بھیج رہا ہوں اور وہ بھی اس حال کے سخت کہ حضرت لاہوری قدس سرہ کی اس یادگاری دستاویزی میں اس ناکارہ کو بھی ایک گونہ سعادت نصیب ہو جائے۔ حضرت اعلیٰ

مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان اکابر شخصیتوں میں ہوتا ہے
جو کبھی صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس قسم کے اکابر امت سے عقیدت و اتباع کا تعلق رکھنے والے گولاکھوں
خوش نصیب ہوتے ہیں لیکن ہر عقیدہ مند ان حضرات کے کمالات کا ادراک
نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

من بہر جمعیتے نالال شدم
جفت خوش حالان بد حالان شدم
ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نجست آسرا من
سیر من از نالہ من دور نیست
لیک چشم و گوش را آں نور نیست

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی
شریف کے ان اشعار کی شرح میں فرماتے ہیں :- عاشق و طالب کے
درد کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے مگر اکثر لوگ اجمالاً اتنا سمجھ سکتے ہیں کہ
اس پر کوئی صدمہ اور مصیبت ہے ————— لیکن جو اس کے
دل کو لگ رہی ہے اس کی کس کو خبر ہے۔ اس لئے وہ نے کہتی ہے
کہ میرا آہ و نالہ کسی پر مخفی نہیں رہا۔ بھلے بُرے سب سے سابقہ رہا

اور مجھ کو مصیبت زدہ بھی سمجھا اور اپنے اپنے گمان کے موافق میری ہمدردی بھی کی مگر میرے درد کی حقیقت کو طلب قرب الہی تھا کسی نے نہ سمجھی۔ میری حقیقت درد کی آہ و نالہ ہی سے مفہوم ہو سکتی تھی مگر چونکہ وہ امر ذوقی ہے جب تک کسی کو ذوق حاصل نہ ہو اس کو نہیں سمجھ سکتا محض حواس ظاہری اور عقل معاش اس کے ادراک کے لئے کافی نہیں اور ان کو اس کے ادراک کی قابلیت نہیں۔ نور سے مراد یہی قابلیت ادراک ہے الخ۔ عارفین کے بیان کردہ اصول کی روشنی میں تو میں بوجہ ناقص العلم اور ناقص العمل ہونے کے حضرت لاہوری جیسی عظیم شخصیت کے کمالات کا ادراک نہیں کر سکتا۔ البتہ مَا لَا يُدْرِكُ كُلُّهُ لَا يُتْرَكُ كُلُّهُ کے تحت (کہ اگر کوئی چیز ساری نہیں حاصل ہو سکتی تو وہ ساری چھوڑنی بھی چاہیے)۔ حصول سعادت کی امید پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و کمالات پر کچھ لکھنے کی جرأت کر رہا ہوں واللہ ولی التوفیق وَعَلَيْهِ أَتَوَكَّلُ وَإِلَيْهِ أَتُنِيبُ۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

جامع الشریعت والطریقت

ایک جامع شریعت و طریقت بزرگ تھے۔ شرعی علوم کی بنا پر آپ کو شیخ التفسیر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور کمالات طریقت کی وجہ سے اہل حق آپ کو قطب زماں تسلیم کرتے ہیں۔ اور شریعت و طریقت میں کوئی باہمی تضاد و تخالف نہیں ہے جیسا کہ عوام میں مشہور ہو گیا،

بلکہ شریعت ہی تمام ظاہری و باطنی کمالات کی اصل ہے۔ کیونکہ شریعت رب العالمین کے اس کامل و جامع قانون و ضابطہ کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی حضور رحمت للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کی امت کی اصلاح و ہدایت کے لئے عطا کیا گیا ہے اور جس کی پیروی کا اعلیٰ اور اکمل نمونہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ جس کی اطاعت کا خود اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے اور اطاعت رسول کو اپنی ہی اطاعت قرار دیا ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی) قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اتباع (پیروی) کرو۔ پھر اللہ تم سے محبت کریگا) تو جب قرآن مجید میں خود حق تعالیٰ نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور حضور کی اتباع کو اپنی محبت کے حصول کا واسطہ قرار دیا ہے۔ تو پھر کوئی مسلمان کیونکر شریعت و سنت کی اتباع کو ایک معمول اور ادنیٰ کام سمجھ سکتا ہے۔ محبوب سبحانی قطب ثانی حضرت سیدہ القادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کل حقیقۃ مراد تھا الشریعۃ فہی زندۃ (یعنی جس حقیقت کو شریعت و سنت کہتے ہیں وہ حقیقت نہیں بلکہ بے دینی و الحاد ہے) اور خود قطب ثانی حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کی عظمت سمجھانے کے لئے

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات جلد اول میں سے مکتوب ۲۶ کا سب ذیل ترجمہ پیش کیا ہے جو آپ نے ملا حاجی محمد لاہوری کے نام تحریر فرمایا تھا کہ :- شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم عمل اخلاص۔ جب تک ان تینوں کی تکمیل نہ ہو شریعت کا حق ادا نہیں ہوتا اور جب شریعت کا حق ادا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے اعلیٰ ہے۔ وَیرْضَوَانِ مِّنَ اللّٰهِ الْکُبْرٰی (اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے) لہذا شریعتِ مطہرہ دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی کفیل ہے۔ طریقت اور حقیقت جن سے صوفیائے کرام ممتاز ہیں دونو شریعتِ غراء کی خدام ہیں۔ ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جزو اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس لئے ان دونوں کو حاصل کرنے کا مقصد وحید شریعت کی تکمیل ہے۔ دوسرے احوال و مواجید اور علوم و معارف جو صوفیائے کرام کو ملتے ہیں پیش آتے ہیں یہ مقاصد میں داخل نہیں ہیں۔ — ان سب چیزوں سے گزر کر مقامِ رضا تک پہنچنا چاہیے جو مقاماتِ سلوک کی انتہا ہے کیونکہ طریقت اور حقیقت کی منزلیں طے کرنے سے اخلاص کے سوا اور کوئی چیز مطلوب نہیں اور اخلاص رضا کو مستلزم ہے تجلیاتِ سگاندہ اور مشاہداتِ عارفانہ میں سے ہزاروں کو گزار کر کسی ایک کو دولتِ خلد کا اور مقامِ رضا تک پہنچاتے ہیں۔ سطحی خیال کے لوگ احوال و مواجید کو مقاصد خیال کر لیتے ہیں اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب سمجھتے ہیں

ایسے آدمی اپنے وہم و خیال کی قید میں پھنس کر کمالات شریعت سے محروم رہتے ہیں الخ (رسالہ پیر اور مرید کے فرائض) حضرت لاہوریؒ نے اپنے اس رسالہ میں حضرت مجدد صاحب کے ارشادات پیش کر کے مریدان اور سالکین کو سلوک و تصوف کا مقصد سمجھا دیا ہے اور نفسانی اور شیطانی وساوس اور مکائد سے تحفظ کا طریقہ بتا دیا ہے۔ کیونکہ سالکین اور ذاکرین جب منازل سلوک طے کرنے میں محنت کرتے ہیں تو بعض دفعہ انکو انوار نظر آتے ہیں اور اشیاء کا کشف بھی ہو جاتا ہے تو ناواقف سالک اس کو تصوف کا کمال و مقصد سمجھنے لگتا ہے اور انہی کشف و انوار میں منہمک ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ قرب حق سے محروم رہتا ہے کیونکہ مقصود و محبوب دراصل ذات حق ہے۔ اور مخلوق کی طرف توجہ اور انہماک خواہ وہ انوار اور کشف احوال قبور ہی ہوں توجہ الی غیر ہونے کی وجہ سے بندے اور حق تعالیٰ کے مابین حجابات بن جاتے ہیں۔ اور محققین صوفیہ نے اپنی تصانیف میں بسط سے ایسے امور پر کلام کیا ہے۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

جُحْب لورانیہ جُحْب ظلمانیہ سے اشد ہیں کیونکہ جُحْب ظلمانیہ کی طرف سالک متوجہ نہیں ہوتا ان کو خورد و فاع کرنا چاہتا ہے اور جُحْب نورانیہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور التفات کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے مقصود اصل سے توجہ ہٹ جاتی ہے (لہذا) قصد انوار و کیفیات کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیے الخ (شریعت و طریقت ص ۲۵۲)۔

کشف و کرامات

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ نے علم و عمل کے ساتھ کشف و کرامت سے بھی شرف فرمایا تھا اور بوجہ غلبہ حال یا کسی مصاحبت کی وجہ سے حضرت اپنا کشف بھی بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور گو اس میں بھی حضرت بہت احتیاط فرماتے تھے اور رازداری کے طور پر بتاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ ایک بڑھیا کا نوجوان بیٹا فوت ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہے۔ اسی پریشانی میں وہ میرے پاس اپنے بیٹے کا حال دریافت کرنے آئی تھی تو میں نے کہا کہ تیرے بیٹے کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ (ابوالاعلیٰ) مودودی کا معتقد تھا۔ حضرت اپنی باطنی حس کی تیزی کی بنا پر کھانے پینے کی چیزوں کا حلال اور حرام ہونا بھی بتایا کرتے تھے۔

حضرت لاہوری نے ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی فراست باطنی کے متعلق فرمایا کہ حضرت کے سامنے اگر کسی ہندو کی تصویر اس حالت میں رکھی جائے کہ اس نے مسلمانوں کا لباس پہنا ہوا ہے تو حضرت پہچان لینگے کہ یہ ہندو ہے اور اس کے برعکس اگر کسی مسلمان کا فوٹو ہندوانہ لباس میں پیش کیا جائے تو آپ فرما دیں گے کہ یہ مسلمان ہے۔ لیکن باوجود اس کے حضرت لاہوری کی تحریرات اور بیانات سے جا بجا واضح ہوتا ہے کہ حضرت کشف کو دلیل ولایت نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ اول تو کشف و الہام ظنی امور میں سے ہیں جنہیں

غلطی کا احتمال ہوتا ہے دوسرے یہ کہ بطور استدراج کے یہ امور کفار سے بھی صادر ہو جاتے ہیں۔ اور جس بات میں کافر بھی شریک ہو جائے وہ حقیقتاً کے ہاں مقبولیت کی دلیل نہیں بن سکتی اور خود حق تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی جو صفیں قرآن حکیم میں بیان فرمائی ہیں وہ ایمان و تقویٰ ہیں۔ چنانچہ فرمایا: **الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ**۔ یعنی اللہ کے مقبول اور محبوب بندے جن کو اولیاء اللہ کہا گیا ہے وہ ہیں جو ایمان اور تقویٰ سے مزین ہوں۔ اگر ایمان و تقویٰ سے کوئی شخص محروم ہے تو وہ ہوا پر توڑ سکتا ہے اور پانی میں بھی چل سکتا ہے لیکن اللہ کا ولی اور پیار انہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حضرت لامحذی ہی کا ارشاد ہے کہ: اصلاح باطن کیلئے کسی ہادی کی ضرورت ہے۔ ہادی کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ متبع سنت ہو۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر ایک شخص ہوا میں اڑنا ہوا نظر آئے۔ قبلہ عالم کہلائے لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے اگر اس کا مسلک خلاف سنت ہے تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے اور اگر ہو جائے تو اس کا توڑنا فرض عین ہے ورنہ خود بھی جہنم میں جائیگا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائیگا۔ اللہ کو ایک ہی راستہ محبوب ہے اور وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا راستہ۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کبھی محبوب نہیں ہو سکتا۔

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہر گز بمنزل نخواستہ رسید

تزکیہ و تصفیہ

تزکیہ نام ہے روحانی امراض سے پاک کرنے کا اور تصفیہ کہتے ہیں روحانی کمالات سے دل کو مزین کرنا۔ اگر کوئی شخص بظاہر متبع سنت بھی ہے اور ذکر و مراقبہ میں بھی مشغول رہتا ہے لیکن اگر اس کا دل امراض روحانیہ کبر و حسد اور حب مال اور حب جاہ وغیرہ سے پاک نہ ہو تو وہ مقبول بارگاہ نہیں ہو سکتا۔ اور سب سے خطرناک بیماری حب مال سے بھی زیادہ حب جاہ کی ہے یعنی اپنے ذاتی وقار اور ذاتی عزت کا مقصود و محبوب ہونا۔ اگر کسی پر کے دل میں حب جاہ کا مرض ہے تو وہ یہ نہیں کہتا ہے کہ لوگ اسے دلی الشد مانیں۔ حالانکہ کمال یہ ہے کہ بندہ اپنی ذات سے نگاہ اٹھالے اور حق تعالیٰ کی رضا میں فنا ہو جائے۔ چنانچہ حضرت لاہوری فرماتے ہیں کہ:- امراض روحانی سے بچنا بیحد مشکل ہے۔ ان کو بچنے کے لئے مدت مدید تک کامل کی صحبت کی ضرورت ہے۔ تربیت یافتہ میں یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے جو کسی اللہ والے نے اس شعر میں بیان کیا ہے

نہ گلم نہ برگ بزم نہ درخت سایہ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقان چہ کار کشت مارا

یعنی انسان کو اپنے اندر کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ مگر تربیت نہ ہو تو انسان کو انسان نہیں سمجھتا۔ (مجلس ذکر حصہ نہم ۲۰ مارچ ۱۳۵۸ء) اور مجلس ذکر ۳ مارچ ۱۳۵۸ء میں فرماتے ہیں کہ:- اس قسم کے حضرات کو تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب و محبوب اور مقصود ہوتی ہے نہ

بیوی نہ اولاد اور نہ جائیداد۔ ان کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے سے یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ کسی نے کہا ہے سہ
بلے میوہ ز میوہ رنگ گیر الخ

حضرت کے دو مرتبے | شیخ التفسیر حضرت لاہوری قدس سرہ
کو مرکز دارالعلوم میں حاضری اور اکابر

علمائے دیوبند سے استفادہ کی وجہ سے علمی عملی کمالات نصیب ہوئے اور آپ نے اپنی زندگی اللہ کے دین کی خدمت اور حفاظت کیلئے وقف کر دی۔ اور گو اکابر دیوبند روحانی کمالات کا بھی سرچشمہ تھے لیکن حضرت لاہوری اصلاح باطن اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لئے اپنے دور کے دو مشہور روحانی بزرگوں سے وابستہ ہو گئے۔ یعنی حضرت مولانا تاج محمد صاحب امرؤٹی (سندھ) اور حضرت مولانا غلام محمد صاحب دینپوری (بہاولپور) حضرت اپنے ان دونوں روحانی مربیوں کا تذکرہ عموماً فرمایا کرتے تھے چنانچہ مجلس ذکر مئی ۱۹۵۷ء میں فرماتے ہیں کہ:-

میرے دو مرتبے ہیں۔ میں اللہ کا نام پوچھنے سندھ جاتا تھا۔ انہیں مجھ سے اتنی محبت تھی کہ کچھ عہ نہیں۔ میں نے کبھی ایک روپیہ بھی تذرانہ نہیں دیا۔ ہوتا ہی نہ تھا۔ ان کی برکت سے اب اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے۔
حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ حضرت امرؤٹی اور حضرت دین پوریؒ دونوں اپنے دور کے قطب تھے اور میں اس کو ثابت کر سکتا ہوں۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ دونوں بزرگ صرف شیخ طریقت نہ تھے بلکہ انگریزوں کے خلاف شیخ الہند

مولانا محمود الحسن صاحب اسیر المثلثا قدس سرہ کی انقلابی پارٹی میں شامل تھے۔ چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی نے اپنی کتاب نقش حیات جلد دوم میں ان دونوں بزرگوں کا خصوصیت سے تذکرہ فرمایا ہے چنانچہ حضرت دین پوری کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ :- مولانا ابوالسراج غلام محمد صاحب دینپوری مرحوم موضع دین پور علاقہ خانپور ریاست بہاول پور کے باشندے اور حضرت حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈوی کے خلیفہ اول تھے ان اطراف میں ان کی بہت شہرت تھی۔ بہت زیادہ لوگ ان سے بیعت ہو کر مستفیض ہوئے۔ دین پور شریف بھی اس تحریک آزادی کا مرکز ثانوی تھا جس کے صد خود مولانا ابوالسراج صاحب موصوف تھے آپ کے صاحبزادے اور خدام مشن کے ممبر تھے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق مولانا عبید اللہ صاحب (سندھی) کے ذریعہ سے پیدا ہوا اور انہی کے ذریعہ سے مشن کی تحریک میں شریک ہوئے الخ اور حضرت امرولی کے متعلق حضرت مدنی تحریر فرماتے ہیں کہ :- مولانا ابوالحسن تاج محمد حسنا مرحوم موصوف موضع امرڈ ضلع سکھر کے باشندہ اور حضرت سید العارفین حافظ محمد صدیق صاحب مرحوم بھرچونڈوی والوں کے دوسرے خلیفہ تھے مولانا عبید اللہ صاحب (سندھی) ان سے بہت وابستہ تھے۔ موصوف خداریہ متقی اور پرنسز گار نہایت جوشیلے بزرگ تھے۔ اطراف و جنوب سکھر میں ان کا بہت بڑا اثر اور رسوخ تھا۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمان ان کے متوسل اور مریدان اطراف میں موجود ہیں۔ تحریک خلافت

میں بھی نہایت جوش و خروش سے آخر تک شریک ہے۔ ان کا مقام سندھ کے ان اضلاع میں حضرت شیخ الہند کے مشن کا مرکز رہا۔ الخ۔

قصوف و سلوک کے اصل مقصد سے ناواقف سالک

کشفی فتنے

جب کتابوں میں اولیاء اللہ کے مکاشفات و کمالات

کے تذکرے پڑھتے یا سنتے ہیں تو ان کو بھی شوق و امنیگر ہو جاتا ہے اور ذکر و مراقبہ میں وہ اس لئے محنت و مجاہدہ کرتے ہیں کہ ان کو بھی کشفیات و خوارق نصیب ہو جائیں۔ حالانکہ اس میں خواہش نفس کا دخل ہوتا ہے اور وہ غیر اللہ کو مطلوب بنانے کی وجہ سے اصل مقصد سے دور ہو جاتے ہیں۔ حصول کشف کے لئے ریاضت و مجاہدہ کرنا سالک کی روحانیت کے لئے بہت زیادہ مہلک ثابت ہوتا ہے اس لئے محققین بشرح اپنے مریدین کو ان مہلکات سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ

(۱) شیخ مشائخ دیوبند حضرت حاجی امدا اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ جو اپنے وقت میں چشتی طریقہ کے گویا کہ امام الاولیاء ہیں اپنی کتاب ضیاء القلوب میں فرماتے ہیں کہ: جو شخص سنت رسول کا پابند اور ہم جنس نہ ہو اس کی صحبت میں شریک نہ ہو اگرچہ اس شخص سے کرامتیں اور خرق عادات ظاہر ہوں اور وہ آسمان پر بھی اڑے۔

(ب) مقام رضا کہ متعلق فرماتے ہیں:۔ رضا یعنی اپنے نفس کی رضا مندی چھوڑ دے اور اللہ کی رضا مندی پر رضا مند ہووے اور اس کے ازل احکام کا پابند ہو جائے جیسا کہ موت کے وقت ہو جاتا ہے۔

اور یہی وہ بلند مقامِ رضا ہے جو حضراتِ صحابہ کرام کو حضورِ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارِ نبوت کے پر تو سے نصیب ہو جاتا تھا۔
 (۲) قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ :- عوامِ بویل جانتے ہیں کہ ولایت کشف و کرامت اور غلوت نشینی کا نام ہے۔ یہ غلط ہے۔ ولایت مقبولیت اور اتباع کا نام ہے (مذکرۃ الرشیدیہ اول ص ۱۹)

(۳) شیخ العرب والعجم حضرت مولانا السید حسین احمد مدنیؒ فرماتے ہیں :- مقصود اصلی سلوک سے (اَنْ تَعْبُدَ وَاللّٰهُ کَانَکَ تَوَکَّلًا) ہے (ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت تو اس طرح کرے گویا کہ تو اسکو دیکھ رہا ہے)۔ یعنی سالک میں یہ ملکہ راسخہ پیدا ہو جائے یہ مبدأ ہے اور باعتبار نیابت کے رضا عزائم کا حصول ہے۔
 فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
 کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۴ ص ۱۹)۔

(ب) انوارِ کیفیات۔ مکاشفات۔ الہامات وغیرہ کے لئے فرماتے ہیں
 تلك خیالات تُربّی بها أطفال الطریقة۔ یہ وسائل ہیں مقاصد نہیں
 (ایضاً ص ۱۱)۔

(۴) حضرت قاضی شہار اللہ صفا پانی پتی نقشبندی مجددیؒ فرماتے ہیں :-
 خرق عادت از لوازم ولایت نیست۔ بعضے مردان اولیاء اللہ

اندو مقربان بارگاہ و خرق عادات ازینہا ظاہر نشدہ — پس معلوم شد کہ فضیلت بعضے اولیاء بر بعضے بکثرت خوارق نیست چہ فصل عبارت از کثرت ثواب است و خوارق از حفظ است مناط ثواب نیست مگر عبادت و قرب الہی (ارشاد الطالبین ص ۱۸) یعنی ولایت کے لئے خرق عادت (کرامت کی طرح) کا کوئی فعل ضروری و لازمی نہیں ہے بعض مردان خدا۔ اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہ ایسے بھی ہیں جن سے کوئی خرق عادت یعنی کرامت ظاہر نہیں ہوئی — پس معلوم ہوا کہ بعض اولیاء کی بعض اولیاء پر فضیلت بوجہ کثرت خوارق کے نہیں ہے کیونکہ ان پر ثواب کا دار و مدار نہیں ہے بلکہ یہ افعال خطوط و لذات میں سے ہیں ثواب کا مدار تو عبادت اور قرب الہی ہے۔

یہاں یہ ملحوظ ہے کہ خرق عادت اس فعل کو کہتے ہیں جو عام اسباب کے خلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ظہور پذیر ہو۔ اور چونکہ کفار اور غیر متشرع درویشوں کیلئے بھی اللہ تعالیٰ بطور آزمائش کے ایسے افعال ظاہر فرمادیتے ہیں جنکو علمی اصطلاح میں سندراج کہتے ہیں۔ اس لئے ان باتوں کو اللہ تعالیٰ کے مقبول اور پسند ہونے کی دلیل نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(ب) نیز حضرت قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں :- اکثر اولیاء از ولایت خود اطلاع ندارند بدیگراں چہ رسد (ایضاً ص ۱۸) یعنی اکثر اولیاء اللہ کو اپنی ولایت کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ دوسروں کے متعلق وہ کیا جانیں؟

(۵) حضرت خواجہ نظام الدینؒ کا ارشاد ہے: ”مرد کیلئے کشف و کرامات بمنزلِ حجاب ہیں۔ استقامت کا کام محبت ہے۔“ (فوائد الفتاویٰ ص ۲۶)۔

(۶) امام ربانیؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ تحریر فرماتے ہیں: ”وصفائی کہ کفار و اہل فسق و اہل فساد می شود آں صفائے نفس است نہ صفائے قلب و صفائے نفس غیر از ضلالت نمی افزاید و بجز از خسارت دلالت نمی نماید و کشف بعضی از امور غیبی کہ در وقت صفائے نفس کفار و اہل فسق و اہل فساد می دہد استدرج است کہ مقصود از اں خرابی و خسارت آں جماعت است۔“ (مکتوبات جلد

اول مکتوب نمبر ۲۶۶)۔ یعنی وہ صفائی جو کفار اور فساق کو حاصل ہو جاتی ہے وہ نفس کی صفائی ہے نہ کہ قلب کی۔ اور نفس کی صفائی سے تو گمراہی ہی بڑھتی ہے اور خسارہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور بعض غیبی امور کا جو کفار اور فساق کو کشف حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ ان کے حق میں استدرج (ڈھیل اور مہلت) ہے کہ اس سے مقصود اس جماعت کی خرابی اور نقصان و خسارہ ہے۔“

(ب) نیز حضرت مجدد فرماتے ہیں: ”اہل استدراج را نیز احوال اذواق دست می دہد و کشف توحید و مکاشفہ و معائنہ در مرا یا صور عالم بظہور می آید۔ حکمائے یونان و جوگیہ و براجمہ ہند دریں معنی شریک اند۔“ (مکتوبات جلد اول مکتوب نمبر ۱)۔ اہل استدراج کو بھی احوال اور اذواق حاصل ہو جاتے ہیں اور جہاں کی صورتوں کے آئینوں میں ان کو مکاشفہ اور معائنہ حاصل ہوتا ہے اور توحید کا کشف بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ یونان کے

حکما اور ہندوستان کے جوگی اور برہمن بھی اس معنی میں شریک ہیں۔ یعنی انکو بھی اس قسم کے مکاشفات حاصل ہو جاتے ہیں :

(۷) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ :- ملکوتی انوار کی بھی نفی کرے کیونکہ وہ بھی مخلوق ہیں۔ اس میں مشغول ہونا ایسا ہے جیسے مال و زر میں۔ حجاب نہ ہونے میں دونو برابر ہوئے ملکوت کے یہ نورانی حجابات ناسوت کے ظلمانی حجابات (مال و زر وغیرہ) سے زیادہ شدید ہیں (کذا قال مرشدی) یعنی حضرت حاجی امداد اللہ حصا مہاجر مکی)۔ اگر ان کے ساتھ ان انوار کو لاہوتی انوار (ذات و صفات حق) سمجھ گیا تو عمل کے ساتھ عقیدہ بھی بگڑا۔ اس مقام پر بہت لوگ برباد ہوئے (التکشف ص ۷)

(ب) نیز فرماتے ہیں :- تصوف نہ یکسوئی کا نام ہے نہ مکاشفات کا نہ واردات کا۔ بلکہ اس کی حقیقت ہے اصلاح ظاہر و باطن۔ پس مقاصد اسکے اعمال قلبیہ و قلبیہ ہیں اور غایت اس کی قرب و رضائے حق ہے۔ اور مکاشفات کوئی مثل کشف قبور وغیرہ اور تصرفات مثل سلب الامراض کو اس سے مَس نہیں۔ ریاضت پر اس کا ترتب ہو سکتا ہے چنانچہ کفار بھی اس میں شریک ہیں :- (امداد الفتاوی جلد ۲ کتاب الخطر والاباحۃ) اس کا مطلب یہ ہے کہ کشف قبور وغیرہ بھی دلیل ولایت نہیں ہیں کیونکہ ریاضت اور مجاہدہ سے یہ چیزیں عاقل ہو سکتی ہیں اور کافروں کو بھی کشف قبور ہو جاتا ہے۔

(۸) عارف باللہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور اس کشف قبور کو ناواقف لوگ قرب الہی کا سبب جانتے ہیں اور حقیقت میں یہ دُوری کا موجب ہے (صراط مستقیم)

(۹) سلطان العارفین حضرت سلطان باہو صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں :- سرود سے کشف القلوب اور کشف القبور حاصل ہوتا ہے مگر مجلس محمدی اور وصال اللہ اور مقام فنا فی اللہ سے دُوری رہتی ہے۔ (گنج الاسرار ص ۵) اور حضرت سلطان باہو کی بعض تفسیر میں ہے کہ سرود سے کشف قبور اور کشف قلوب حاصل ہو جاتا ہے لیکن باطن کا نور جل جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کسی کو کشف قبور اور کشف قلوب حاصل ہوتا ہے اس کے باطن کا نور جل جاتا ہے اور اس کو مجلس محمدی اور وصال و مقام فنا سے دُوری رہتی ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل باطل کو بھی کشف قبور وغیرہ حاصل ہو جاتا ہے اور کشف قبور کوئی ایمانی کمال نہیں ہے اور نہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ولایت و مقبولیت کی دلیل ہے۔ لہذا ایسی چیزوں کو مقصود بنا کر محنت نہیں کرنی چاہیے۔ سالک مبتدی کے لئے کشف قبور وغیرہ کے لئے محنت و ریاضت کرنا قرب حق سے دُوری کا سبب بن جاتا ہے کیونکہ اس میں توجہ الی الخلق ہوتی ہے حالانکہ مقصد سلوک و تصوف کا توجہ الی اللہ اور اس کی رضا کا حصول ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ | بعض لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں

کہ کفار اور اہل باطل کو بھی کشفِ قبور ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس غلط فہمی
 میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ موت کے بعد کے حالات کا فریہ کیونکر منکشف ہو
 ہو سکتے ہیں؟ تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ مرنے کے بعد اور قیامت سے
 پہلے کے جہان کو برزخ کہتے ہیں اور قبر کے احوال بھی عالم برزخ سے تعلق
 رکھتے ہیں۔ اور برزخ کا تعلق آخرت سے بھی ہے اور قبر سے بھی۔ چنانچہ
 حضرت مجد الف ثانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:- کہ سوال منکر و
 نکیر مومنوں اور کافروں اور قبر نیز برحق است۔ قبر برزخ است
 در میان دنیا و آخرت عذاب و انیز بیک بوجہ مناسبت بعذاب
 دنیوی وارد و انقطاع پذیر است و بوجہ دیگر مناسبت بعذاب اخروی
 کہ فی الحقیقت از عذابہائے آخرت است؛ (مکتوبات امام ربانی جلد
 اول مکتوب نمبر ۲۶۶) :- قبر میں منکر اور نکیر کا مومنوں اور کافروں دونوں
 سے سوال کرنا برحق ہے۔ قبر برزخ (پردہ) ہے دنیا اور آخرت کے
 درمیان۔ قبر کا عذاب بھی ایک وجہ سے دنیوی عذاب سے مناسبت رکھتا
 ہے اور انقطاع پذیر ہے اور دوسری وجہ سے قبر کا عذاب آخرت کے
 عذاب سے مناسبت رکھتا ہے جو کہ فی الحقیقت آخرت کے عذابوں میں
 سے ہے) تو جب برزخ کا تعلق اس دنیا سے بھی ہے تو اس کے احوال
 کا مشاہدہ ایک وجہ سے دنیا کے احوال کا مشاہدہ ہے اس لئے کافروں
 کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور احادیث سے تو ثابت ہے کہ قبر کا عذاب
 جانور بھی دیکھ لیتے ہیں۔ لہذا اگر کافر اور اہل باطل قبر کے عذاب کا ریا و

مجاہدہ کی وجہ سے مشاہدہ کر لیں تو یہ کوئی محال امر نہیں ہے خلاصہ یہ کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ کے واقعات کشفیہ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ صرف یہ امور دلیل ولایت ہیں اور اہل حق کے ساتھ مختص ہیں یا حضرت لاہوری کشف قبور وغیرہ کی وجہ سے اولیاء کاملین میں شمار ہوتے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ حضرت لاہوری کے کمالات ولایت اور اوصاف مقبولیت دوسرے ہیں جو سنت و شریعت کی بنا پر آپ کو حاصل ہوئے۔ اگر حضرت لاہوری کی مبارک زندگی میں کشف کا بالکل وجود بھی نہ ملتا تو آپ پھر بھی اولیاء اللہ میں شمار ہوتے۔ خود حضرت اعلیٰ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :- اللہ کے پاک نام کی برکت سے یہ درجہ بھی آتا ہے جس میں حلال و حرام کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ مقصود بالذات نہیں (مجلس ذکر جلد دہم ص ۹)۔

(ب) خدا تعالیٰ کا فرمان سچا ہے حضور کا فرمان بھی سچا ہے۔ اللہ والے فرماتے ہیں۔ اَطْلِبُوا الْاِسْتِقَامَةَ وَلَا تَطْلُبُوا الْكِرَامَةَ لِانَّ الْاِسْتِقَامَةَ فَوْقَ الْكِرَامَةِ (یعنی کرامت نہ طلب کرو بلکہ استقامت طلب کرو کیونکہ استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے)۔ اللہ تعالیٰ اس مجلس میں شامل ہونے کی برکت سے استقامت عطا فرمائے۔ آمین (مجلس ذکر حصہ نہم ص ۱۲) ۲۴ اپریل ۱۹۵۸ء۔

(ج) استقامت کا درجہ کرامت سے اس لئے بالاتر ہے کہ استقامت صاحب استقامت کو دیدی جاتی ہے۔ کرامت دلی کے اختیار میں

نہیں ہوتی۔ (مجلس ذکر جلد ۱، صفحہ ۱۵) آخر میں حضرت مولانا تھانویؒ کے حسبِ ذیل ارشاد پر اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے:-

بزرگوں کو جو کشف ہوتا ہے یہ ان کے اختیار میں نہیں (بلکہ) ان کے اختیار سے باہر ہے (یہاں تک کہ انبیوں کے اختیار میں بھی نہیں۔ دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کو مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کی خبر نہ ہوئی جبکہ کشف اختیار ہی چیز نہیں تو یہ بھی ضروری نہیں کہ

بزرگوں کو ہر وقت کشف ہوا ہی کرے (بلکہ حقیقت یہ ہے کہ) کشف ہونا کوئی بڑا کمال نہیں۔ اگر کافر بھی مجاہدہ اور ریاضت کرے تو اس کو بھی کشف ہونے لگتا ہے نیز جنونوں کو بھی کشف ہوتا ہے۔ میں نے خود ایک مجنونہ عورت کو دیکھا کہ اس کو اس قدر کشف ہوتا تھا کہ بزرگوں کو بھی نہیں ہوتا۔ لیکن جب اس کا مہل ہوا تو مادہ کے ساتھ کشف بھی نکل گیا (اشرف الطریقۃ فی الشریعۃ والحقیقۃ ص ۳۹۹)

علمی اصلاحی خدمات

شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو علم و عمل کی جامعیت اکابر علمائے دیوبند کے فیضان سے نصیب ہوئی تھی۔ اتباعِ سنت میں آپ داغِ القدم تھے۔ اور توحید کے انوار و آثار آپ کی زندگی میں نمایاں ہیں۔ آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ممتاز نشان رکھتے اور راہِ حق میں کسی لوثہِ لائتم کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ شرک و بدعت کی تردید اور توحید و سنت کی ترویج کے لئے آپ کی زندگی وقف تھی اور بفضلِ تعالیٰ

آخری دم تک آپ اسی راہ مستقیم پر ثابت قدم رہے ہیں۔

درس قرآن

قرآن مجید کلام الہی ہے جو ساری ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ حضرت کو تعلیم قرآن کا خاص شغف نصیب

تھا۔ گوانگریزی ظالم حکومت نے آپ کو بطور سزا دہلی سے لاہور لاکر نظر بند کر دیا تھا لیکن آپ کی یہی نظر بندی رحمت خداوندی کی صورت بن گئی۔

اور تقریباً چالیس سال آپ نے یہاں درس قرآن کا سلسلہ جاری رکھا جس سے ہر طبقہ کے مسلمانوں نے استفادہ کیا۔ ہزاروں کی اعتقادی اور عملی اصلاح ہو گئی۔ علاوہ ازیں فارغ التحصیل طلبہ کے لئے آپ نے

درس قرآن کا خصوصی سلسلہ جاری فرمایا تھا جس میں علم و حکمت کا بیان ہوتا تھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قرآن اور اس کے حواشی

بھی آپ کی قرآنی بصیرت کی یادگار ہیں۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز محدث حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری

قدس سرہ نے حضرت لاہوری کے ترجمہ و حواشی کے متعلق اپنی تقریظ میں تحریر فرمایا ہے کہ: اب چونکہ زمانہ کا اور دور ہے اور تقریر و تحریر کا

نیا طریقہ۔ مقاصد۔ مقاصد قرآن کریم کی خدمت مناسب ضرورت وقت شروع ہوئی۔ جناب مستطاب مولانا احمد علی صاحب لاہوری دام ظلہ

کی خدمت ظہور میں آئی جو عاجز نے متفرق دیکھی۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ ماضی و مستقبل میں اس کی نظیر ناممکن ہے مگر یہ کہنا بیجا نہیں کہ حقائق نے

نے ایک بہت بڑی خدمت جناب محمد وحید سے لی اور اب انشا اللہ العزیز

عوام و خواص دونو طبقے اس تفسیر سے اپنی تشفی کر سکیں گے۔ اور ترجمہ پڑھانے والے حضرات بہت سی مشکلات سے رہا ہو جائیں گے الخ (۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ء)۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔۔۔ سب سے عظیم نشان معجزہ جناب سرور کائنات حضرت خاتم الانبیاء سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا اور سب سے بڑا انعام اپنے بندوں پر حضرت رب الغلین جلّ وعلی شائے کا یہ قرآن عظیم الشان ہے جو کہ تمام کتب اور صحف سابقہ کا مہمین اور جملہ انبیاء و رسل کے علوم کا جامع ہے جس شخص کو اس میں سے کوئی بھی حصہ ملا وہ اس کیلئے حظ وافر اور انتہائی خوش قسمتی کا سامان ہے۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب (وفقه الله لما يحبه و يرضاه و اصعدہ علی قُلل المرادات المرضیة و سقاہ۔ امین) کو عنایات ازیلہ کی نظر انتخاب نے ازل ہی سے چن کر اس عظیم الشان امر کے لئے مسبق بالتحسینی قرار دیدیا تھا۔ جن کی جدوجہد اور جانفشانیوں بفضل تعالیٰ عرصہ دراز سے اس چمنستان میں بار آور ہو رہی ہیں۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ میں نے مولانا موصوف کی یہ تحریر دربارہ بطور آیات قرآنیہ و ایضاح معانی فرقانیہ مختلف مقامات سے دیکھی۔ بحمد اللہ نہایت مفید اور کارآمد تحریر پائی۔ دلچسپ اور صحیح و ضروری مضامین کا خلاصہ اس طرح اس میں بھر دیا گیا ہے کہ عوام اور خواص دونو کو بہت

زیادہ آسانی کے ساتھ دُرِ بگراں مایہ ہاتھ آسکیں گے۔ میری نظر سے کوئی مضمون ایسا نہیں گزرا جو کہ مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف ہو یا اس پر گرفت ہو سکے۔ مجھ کو قوی امید ہے کہ اگر لوگ اس عجیب و غریب تحریر کو غور و خوض کے ساتھ مطالعہ فرمائیں گے تو کتاب اللہ کو سمجھنے کا بہت بڑا فرض ادا کر دیں گے الخ۔ (۴) جہادی الاولیٰ (۱۳۵۱ھ)

حضرت اعلیٰ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد عنوانات پر حسبِ **مجموعہ رسائل کی اشاعت** ضرورت چھوٹے چھوٹے رسائل تصنیف فرمائے ہیں جو انجمن خدام الدین لاہور کی طرف سے ایک ہی جلد میں اکٹھے شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور بلا مبالغہ یہ مجموعہ رسائل لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوئے ہیں۔ اس مجموعہ میں حسبِ ذیل ۳۴ رسائل شامل ہیں۔

- (۱) تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ (۲) حرمتہ الزامیر (۳) اسلام میں نکاح بیوگان
- (۴) احکام شبِ برات (۵) ضرورت القرآن (۶) اصلی حقیقت (۷)
- خلق محمدی (۸) مسنون و ظیفہ (۹) خلاصۃ اسلام (۱۰) احکام وراثت
- برائے شریعت (۱۱) توحید مقبول (۱۲) فوٹو کا شرعی فیصلہ (۱۳) پیغامِ رسول
- (۱۴) تحفہ میلاد النبی (۱۵) تحفہ معراج النبی (۱۶) فلسفہ عید قربان۔
- (۱۷) اسلام ہند خطرہ میں (۱۸) شرح اسماء اللہ الحُسنی (۱۹) فلسفہ نماز
- (۲۰) فلسفہ روزہ (۲۱) اسلام کا فوجی نظام (۲۲) بہشتی اور دوزخی کی
- پہچان (۲۳) خدا کی نیک بندیاں (۲۴) مسلمان عورت کے فرائض (۲۵)

پیر و مرید کے فرائض (۲۶) گلدستہ صد احادیث (۲۷) فلسفہ زکوٰۃ (۲۸)
اسلام اور ہتھیار (۲۹) علمائے اسلام اور علامہ مشرقی (۳۰) مقصد قرآن
(۳۱) خدا کی مرضی۔ (۳۲) نجات دارین کا پروگرام (۳۳) استحکام پاکستان
(۳۴) مسلمانوں کو مرزائیت سے نفرت کے اسباب۔

علاوہ انہیں حسب ذیل پانچ سورتوں کی تفسیر علیحدہ علیحدہ رسائل میں شائع
کی گئی ہے۔ سورۃ العلق۔ سورۃ العصر۔ سورۃ القریش۔ سورۃ الکوثر
اور معوذتین (یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس)۔

مندرجہ رسائل کے عنوانات پر ایک نظر ڈالنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت
لاہوریؒ کی نگاہ امت مسلمہ کی اصلاح کے ہر پہلو پر تھی اور غالباً کوئی انہر کی
اور اجتماعی ایسا مسئلہ باقی نہیں رہا جس پر حضرت نے قلم نہ اٹھایا ہو
اس سے جہاں حضرت شیخ التفسیرؒ کی وسیع علمی نظر کا ثبوت ملتا ہے
وہاں یہ حقیقت بھی نمایاں ہوتی ہے کہ حضرت نے اہل اسلام کی اعتقادی
عملی۔ انفرادی اور اجتماعی اصلاح کے لئے کس قدر دلسوزی اور تندی سے
کام کیا ہے۔ بلاشبہ اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ حضرتؒ کی دینی
زندگی ایک مسلسل مجاہدہ تھی اور حضرت خلوص و استقامت کا ایک عظیم نمونہ تھے
آپ ان عظیم شخصیتوں میں سے ایک تھے جو کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں۔ ذلک
فضل اللہ بوقتہ من یشاء

حضرت شیخ لاہوریؒ نے عامۃ المسلمین
کی اعتقادی اور عملی اصلاح و تربیت

ہفت روزہ خدام الدین

کے لئے ہفت روزہ خدام الدین جاری فرمایا تھا۔ اس میں خطبہ جمعہ ختمی توجہ اور محنت سے خود تحریر فرماتے تھے۔ اور رسالہ کا ہر ہر مضمون خود مطالعہ کر کے شائع فرمایا کرتے تھے الاما اشار اللہ۔ حضرت کی برکت سے یہ ہفت روزہ خدام الدین اتنا مقبول ہوا کہ نہ صرف پاکستان بلکہ برصغیر پاکستان دوسرے مسلمان ملکوں میں بھی یہ اشاعت پذیر ہوا۔ اور حضرت کے زمانہ حیات میں ہفت روزہ خدام الدین سب سے زیادہ کثیر الاشاعت تھا۔ اور حضرت کے غلوصلہ اور للہیت کی حد یہ ہے کہ وفات سے چند دن پہلے مجھے حضرت کی خدمت میں حاضری کی توفیق ملی۔ اس وقت آپ کارخانہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت نے خود ہی یہ بیان فرمایا تھا کہ رسالہ خدام الدین انگلینڈ میں بھی جاتا ہے اور وہاں کے بعض احباب نے وہاں خدام الدین شائع کرنیکی اجازت طلب کی ہے لیکن میں نے ان کو اس کی اجازت نہیں دی کیونکہ آجکل غلوصلہ کم ہے اور میں چاہتا ہوں کہ غلوصلہ سے اس سالہ کی اشاعت کی جائے۔

یہ ہے حضرت لاہوری کے کاموں میں اغلاص کا ایک نمونہ۔ حالانکہ کتب و رسائل شائع کرنے والوں کی نظر عموماً اس پر ہوتی ہے کہ ان کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو جائے۔ لیکن حضرت عارف لاہوری کے پیش نظر نہ محض اشاعت بلکہ مخلصانہ اشاعت تھی جس کے بغیر کوئی چیز عند اللہ مقبول نہیں ہو سکتی۔

مذہب اہل سنت والجماعت

اسلام کے نام پر امت مسلمہ کے اندر جتنے فرقے آپس میں اصولی

اور بنیادی اختلاف رکھتے ہیں ان میں صرف ایک ہی فرقہ (گروہ) جنتی ہو سکتا ہے۔ جس کا امتیازی نام اہل سنت والجماعت ہے۔ اور اہل سنت والجماعت کا فرقہ ناجیہ ہونا خود رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزانہ ارشاد سے ثابت ہے جو حضرت لاہوری قدس سرہ نے بھی اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۵۷ء میں نقل فرمایا ہے یعنی:- تفوتق امتی علی ثلاث وسبعین ملة كلهم في النار الا ملة واحدة قالوا من هي يا رسول الله قال ما انا عليه و اصحابي (رواہ الترمذی)۔

ترجمہ:- ”اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی سوائے ایک فرقہ کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا:- جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ یہ حدیث با ترجمہ لکھنے کے بعد بعنوان ”اپنے علماء اور خطباء کی مطالبہ“ تحریر فرماتے ہیں:-

برادران اسلام۔ آپ نے ارشاد نبوی سن لیا کہ آپ کی امت میں سے یعنی مسلمان کہلانے والے اور کلمہ پڑھنے والے فرقوں میں سے بہتر فرقہ دوزخ میں جائیں گے اور فقط حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقہ پر چلنے والا فرقہ

بہشت میں جائیگا۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ علمائے کرام اور اپنی مسجد کے جمہور کے خطیبوں سے پوچھا کریں کہ حضرت جو دین آپ ہمیں سکھائے ہیں اور اپنے مخالفین کو کافر فرماتے ہیں کیا یہ وہی دین ہے جو آج سے ۱۳۰۶ سال پہلے حرمین شریفین سے چلا کھٹا الخ

(۲) تحفہ معراج النبی ص ۱ پر بعنوان اہل السنۃ والجماعت "حضرت لاہوری لکھتے ہیں کہ :- اہل السنۃ والجماعت حقیقت میں مسلمانوں کے اس مقدس گروہ کا نام ہے جس کے اندر اسلام حقیقی (جس کا ذکر فرقہ ناجیہ کی راہ عمل میں ہو چکا ہے) کی جھلک ہو اور مذکورۃ الصلۃ ایجادات سے پاک ہو۔"

(۳) فرمایا :- برادران اسلام۔ اہل السنۃ والجماعت کا لقب افتیاً کریموالوں کا مطلب یہ ہے کہ ہم شفیع المذنبین فاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت (یعنی طریقہ) کے پابند ہیں اور ہم اسی جماعت کے خلف (یعنی قائم مقام) ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں بنائی تھی جنہیں صحابہ کرام کہا جاتا ہے۔ (خطبات جمہوریتہ ہم ص ۱)۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

امام ربانی کا ارشاد

۳، فرقوں والی پیشگوئی کی تشریح کرتے

ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی کو لازم پکڑنے والے اہل السنۃ والجماعت

ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائیں۔

پس اہل سنت ہی

سجاسے پانیوالا فرقہ ہیں کیونکہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو لوگ طعن کرتے ہیں وہ ان کی پیروی سے محروم ہیں اور اصحابِ رضی پر طعن کرنا دراصل پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر طعن کرنا ہے جس نے اصحابِ رضی کی عزت نہ کی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا الخ۔
(مکتوبات مجد الف ثانی جلد اول ص ۱۸)

(۲) چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا استثناء مانا علیہ کے ساتھ و اصحابی کے ارشاد سے تمام صحابہ کرام کو نہ صرف جنتی بلکہ ان کے طریقہ کی پیروی کو جنتی ہونے کی علامت قرار دیا ہے اس لئے جو فرقے یعنی رافضی اور خارجی وغیرہ سائے صحابہ کرام کو برحق اور جنتی نہیں قرار دیتے وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اور ان بہتر ناری فرقوں میں شامل ہیں جن کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اسی لئے امام ربانی حضرت مجد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت والجماعت ہونے کی شرط یہ قرار دیتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام کو ماننے کے ساتھ حضراتِ شیخین یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کو تمام صحابہ سے افضل مانا جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامادوں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی عنہ سے محبت رکھی جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: وتفصل الشيخين ومجبة المحتنين اذ خصا لصل اہل السنۃ والجماعت است

— بضرورت محبت ختمین از جملہ شرط اہل سنت و جماعت
اعتداد نموده اند تا جاہلے ازیں راہ سوائے ظن یا صحابہ خیر البشر پیدا نکند
پس محبت حضرت امیر شرط تسنن آمد و آنکہ ایں محبت ندارد از اہل سنت
خارج گشت و خارجی نام یافت۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی ج ۲ صفحہ ۵۵)
یعنی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کو تمام صحابہؓ ہے افضل
ماننا اور حضورؐ کے داماد حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ
سے محبت رکھنا اہل سنت و الجماعت کی خصوصیات میں سے ہے۔

— حسب ضرورت اہل سنت و الجماعت ہونے کی شرطوں
میں سے داماد رسول حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی محبت بھی مقرر ہے تاکہ
کوئی جاہل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کسی کے ساتھ
بدظنی نہ پیدا کر سکے۔ پس حضرت امیر (علی المرتضیٰ) کی محبت سنی ہونے
کی شرط قرار پائی ہے اور جو آپ سے محبت نہیں رکھتا وہ اہل سنت
سے خارج ہو گیا اور اسکا نام خارجی ہو گیا۔

حضرت نانوتویؒ | حجة الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب
نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند ارشاد فرماتے
ہیں :- مذہب اہل سنت بشہادۃ کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم صحیح اور مذہب شیعہ بشہادت کلام اللہ اور عترت رسول
صلی اللہ علیہ وسلم سراسر غلط ہے۔ (بدیۃ الشیعہ ص ۵)
(ب) نیز فرماتے ہیں :- آیات کثیرہ حقیقت مذہب اہل سنت

اور بطلان مذہب شیعہ پر دلالت کرتی ہیں (ایضاً ص ۱۳)۔

(ج) بلکہ اکثر آیات کلام اللہ عقائد و احکام و اصول و فروع مذہب شیعہ کو رد کرتی ہیں اور مذہب اہل سنت کی حقیقت اور حقانیت پر شاہد ہیں (ایضاً ص ۱۴)۔

بطور نمونہ بندہ نے بعض اکابر اسلام کے ارشادات اہل سنت کی حقیقت اور حقانیت کے ثبوت میں پیش کر دیے ہیں ورنہ علمائے حق نے ہمیشہ اہل سنت والجماعت کے عنوان پر ہی تبلیغ و اشاعت فرمائی ہے کیونکہ اسلام حقیقی وہی ہے جو حضور غاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جامعہ اور حضور کی جماعت مقدمہ (صحابہ کرام) سے مابعد کی امت کو حاصل ہوا ہے۔ اس لئے سنت اور صحابہ کو ماننے والے ہی صحیح اہل اسلام ہو سکتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کی یہ اصطلاح نہ صرف یہ کہ مآثرا علیہ واصحابی اور دیگر آیات و احادیث سے ماخوذ ہے بلکہ انہی الفاظ کے ساتھ جبر امت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران کی آیت یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے یعنی یَوْمَ الْقِيَمَةِ حِينَ تَبْيَضُّ وُجُوهُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوهُ أَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالْفِرْقَةِ قَالُوا مِنْ عَبَّاسٍ یعنی قیامت کے دن جبکہ اہل سنت والجماعت کے چہرے روشن ہونگے اور اہل بدعت و فرقہ کے چہرے سیاہ ہونگے۔ یہ قول حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ہے۔“

(۲) تفسیر منطہری میں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ انه قرأ هذه الآية قال تبييض وجوه اهل السنة وتسود وجوه اهل البدعة۔ حضرت سعید بن جبیر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ اہل سنت کے چہرے سفید اور روشن ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

(۳) تفسیر درمنثور میں بھی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے جس میں اہل سنت والجماعت کے الفاظ ہیں۔

(۴) بلکہ تفسیر درمنثور کی ایک دوسری روایت میں تو خود نبی کریم رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اہل سنت کے الفاظ ثابت ہیں۔ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قوله تعالیٰ یوم تبيض وجوه وتسود وجوه قال تبيض وجوه اهل السنة وتسود وجوه اهل البدع۔ (حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت یوم تبيض وجوه وتسود وجوه کے تحت فرمایا کہ اہل سنت کے چہرے قیامت کے دن روشن ہوں گے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔)

(۵) تاریخ کامل بن اثیر جلد چہارم مطبوعہ بیروت ص ۶۲ میں ہے کہ حضرت

امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں اپنے مخالفین سے خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ :-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی ولاخی انتما سیّد ا
شباب اهل الجنة وقرّة عین اهل السنة (تحقیق رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اور میرے بھائی (حضرت امام حسین) سے فرمایا
تھا کہ تم دونوں اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہو اور اہل سنت کی آنکھوں
کی ٹھنڈک ہو)

(۶) شیعہ مذہب کی مستند کتاب احتجاج طبرسی میں روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص نے آپ
سے دریافت کیا کہ اہل سنت اور اہل بدعت کون ہیں تو آپ نے
فرمایا :- واما اهل السنة فالمتمسكون بماسنة الله ورسوله

وان قلوبا واما اهل البدعة فالمخالفون لامر الله و
لکتابہ ولسولة العالمون برأیہم واهواءہم وان کثروا
اور اہل سنت وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر
فرمودہ طریقے کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں
اور اہل بدعت وہ ہیں جو اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کے
حکم کے مخالف اور اپنی رائے اور اپنی خواہشات پر عمل کرنے والے ہوں
اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔ ان حوالجات سے ثابت ہوا کہ اہل حق کے لئے
اہل سنت والجماعت کی اصطلاح دور رسالت اور دور صحابہ کرام

میں معروف تھی ورنہ شیعہ مذہب کی کتاب میں اہل حق کیلئے حضرت علی المرتضیٰؑ کی زبان سے اہل سنت کی اصطلاح منقول نہ ہوتی۔

چونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد
عظمت صحابہؓ | ما انا علیہ واصحابی میں اپنی سنت کی پیروی
 کے ساتھ اپنے اصحابؓ کے طریقہ کی پیروی کو بھی اہل جنت کی نشانی
 قرار دیا ہے اس لئے علمائے حق اور اکابر اہل سنت ہمیشہ اصحاب
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی عظمت کی تبلیغ و تعلیم اور اس
 کی حفاظت و نصرت کا فریضہ سر انجام دیتے رہے ہیں اور اسی بنا پر
 وہ منکرین و مخالفین صحابہؓ کی تردید کرتے چلے آتے ہیں۔ اور یادگار
 سلف حضرت اعلیٰؑ لہودی قدس سرہ نے بھی دوسرے اعتقادات
 کی طرح عظمت صحابہؓ کے شرعی مقام کی تبلیغ و حفاظت پائی ہے۔ چنانچہ
 بطور نمونہ حضرت کے ارشادات حسب ذیل ہیں:

(۱) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اخلاص و استقامت کی دولت
 سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت
 سے وہی طور پر حاصل تھی جس طرح یہ نفوس قدسیہ اہل زبان ہو
 کی حیثیت سے قواعد صرف و نحو سے بے نیاز تھے اسی طرح ان حضرات
 کو کتاب فضائل کے لئے اپنے اخلاف کی طرح باطنی آشغال و
 مجاہدات کی بھی حاجت نہ تھی کیونکہ جو حالت آج صوفی پر ذکر و شغل
 سے طاری ہوتی ہے۔ اصحابِ اختیار پر وہی کیفیت بلکہ اس سے

بھی کہیں اعلیٰ و ارفع رُوحانیت کے پیکی اعظم سید العرب والعجم علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کے شرف صحبت سے از خود حاصل ہوتی تھی۔
 سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام تعلیم و تزیین
 دونوں کے امام و معلم تھے۔ حضور انور کی صحبت میں صحابہ کرام کے سینے
 نور علم سے منور ہوتے تھے۔ ان پر تزیین نفس کا ایسا رنگ چڑھتا تھا
 کہ ان کا سینہ حسد، کینہ، بغض، جاہ طلبی، زر پرستی، خود پسندی
 کی کہ درتوں سے بالکل پاک ہو جاتا تھا الخ (رسالہ پیر و مرید کے فرائض
 ص ۴۶)۔

(۲) فرمایا۔ برادران اسلام! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت
 (صحابہ کرام) کو بارگاہِ الہی سے کامیابی کے دو تمغے ملے ہیں جو ایک لاکھ
 تین سو ہزار نو سو ننانوے پیغمبروں میں سے کسی کی امت کو نصیب
 نہیں ہوئے۔ حاصل یہ نکلا کہ تمام صحابہ کرام کے اصلی
 اور سچے اور کھرے مسلمان ہونے کی قبران مجید میں شہادت پائی جاتی
 ہے۔ خطبات جمعہ حصہ نہم ص ۱۱۱ اسی خطبہ میں بعنوان دربار نبوت
 سے تمام صحابہ کرام کیلئے پہلا تمغہ یہ حدیث لکھی ہے:-

جابرؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے
 ہیں آپ نے فرمایا۔ اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے
 دیکھا یا اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔

دوسرا (تمغہ) انسؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے۔ نمک کے سوا کھانے کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ حسن نے فرمایا۔ ہمارا نمک تو چلا گیا پھر ہماری کیسے اصلاح ہو؟

تیسرا (تمغہ) :- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں۔ تب کہو تم (میں سے) بُرے پر لعنت ہو (وہ لڑتے) چوتھا (تمغہ) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم بآیتھم اقتدیتم اھتدیتھم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں پھر تم نے جس کی بھی تابعداری کی تم نے ہدایت پالی۔)

حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے درجے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دربار میں۔ یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا یہ یہ نعمت بھی کسی پیغمبر کو نصیب نہیں ہوئی۔ (ایضا خطبہ جمعہ ص ۱۶۲ تا ص ۱۶۴)۔

(۳) بعنوان دربار رسالت سے تمام صحابہ کرام کے اقرار کا حکم تحریر فرمایا کہ: عبد اللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ میسر بعد ان کو نشانہ نہ بناؤ (یعنی ان پر نکتہ چینی نہ کرو)

پس جو شخص ان سے محبت کریگا تو میری محبت کے باعث ان سے محبت کریگا اور جو شخص ان سے بغض رکھیگا تو وہ بھی میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھیگا۔ اور جس شخص نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی اور جس شخص نے اللہ کو تکلیف پہنچائی پس قریب ہے کہ اللہ اس کو بھڑکایا کرے (مرد)

حاصل یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی کا احترام لازمی چیز ہے اور کسی پر بھی نکتہ پینی کر نیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جائینگے اور جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیگا الخ (حق پرست علماء کی مورد ودیت سے ناراضگی کے اسباب ص ۳۱)

(۴) فرمایا:۔ انسان بنانے

کا نصاب اور دستور العمل قرآن

صحابہ کرام کا معیار حق ہونا

ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اس کے بعد پھر صحابہ کرام معیار ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہوگی جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا اور باقی سب روزخ میں جائینگے صحابہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ۔ جنتی فرقہ کونسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ فرقہ جس میں میں ہوں اور میرے اصحاب (مجلس ذکر حصہ نہم ص ۱۳)

مورد خ ۲۴، اپریل ۱۹۵۸ء (۲)

(۵) فرمایا:۔ فرمان باری تعالیٰ ہے اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اُسے اسی طرف پھلانگیں گے جہدِ ہر وہ خود پھر گیا ہے اور اُسے دوزخ میں ڈالیں گے اور بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول

کی امت میں صحابہ کرام کے لئے مبارکبادی کے پیغام آسمان سے نازل فرمائے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی صحابہ کرام کو معیاری درجہ دیا ہے۔ جو لوگ صحابہ کرام کو معیار نہیں مانتے وہ گمراہ ہیں۔ خدا تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے تم جس کی اقتدار کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (مجلس ذکر حصہ نہم ص ۱۵۹)

بعض فرقے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معیار حق نہیں مانتے۔ ان میں سے جو

ایک شبہ کا ازالہ

العیاذ باللہ سوائے چند صحابہؓ کے سب اصحاب کے ایمان ہی کے منکر ہیں اور ان کو منافق اور کافر قرار دیتے ہیں وہ تو صحابہ کرام کو معیار حق مان ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ ان کو اہل حق ہی نہیں تسلیم کرتے۔ لیکن بعض دوسرے لوگ جو بظاہر صحابہ کرام کو مانتے ہیں وہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب صحابہ کرام میں بھی شدید اختلافات پائے جاتے ہیں حتیٰ کہ باہمی جنگ و قتال تک بھی نوبت پہنچی ہے تو پھر وہ معیار حق کیونکر تسلیم کئے جاسکتے ہیں اور جب کہ صحابہؓ میں سے کوئی بھی معصوم نہیں ہے

تو اس قسم کے اعتراضات کے جواب میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ :-

متابعت جمیع اصحاب در اصول دین لازم است و ہرگز در اصول اختلاف ندارند۔ اگر اختلاف است در فروع است و ایضا مبتغان شریعت جمیع اصحاب اند کہما متر لان الصحابة کلہم عُدول۔

و اختلافی کہ در میان اصحاب پیغمبر علیہ علیہم الصلوٰت والتسلیمات واقع شدہ نہ از ہوائے نفسانی بود۔ چہ نفوس شریفہ ایشان تزکیہ یافتہ بودند و از آثار گری باطنیان رسید۔ ہوائے ایشان تابع شریعت شد و بوجہ آن اختلاف بمعنی بر اجتهاد بود و اعلائے حق۔ پس مخطی ایشان نیز درجہ واحدہ دارد عند اللہ مصیب را خود و درجہ است۔ پس زبان را از جفا کئے ایشان باز باید داشت و ہمہ را یہ تکی یاد باید کرد۔ قال الشافعی رحمہ اللہ سبحانہ تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللَّهُ عَنْهَا أَيْدِينَا فَلْنُطَقِّرْ عَنْهَا أَلْسِنَتِنَا۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی جلد اول نمبر ۳۱)۔

تمام اصحاب کی پیروی اصول دین میں ضروری ہے اور ہرگز ان کا اختلاف اصول دین میں نہیں ہے۔ اگر اختلاف ہے تو فروع میں ہے اور تمام اصحاب شریعت کے مبلغ ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان جو اختلاف ہوا ہے وہ نفسانی خواہش کی بنا پر نہ تھا کیونکہ ان کے شریف نفس پاک ہو چکے تھے اور آثار گری سے پاک

ہو کر مطمئن بن چکے تھے۔ ان کی خواہشات شریعت کے تابع ہو چکی تھیں بلکہ ان کا باہمی اختلاف اجتہاد پر مبنی اور کلمہ حق کے بلند کرنے کے لئے تھا پس ان میں سے جس سے اجتہادی خطا صادر ہوئی ہے اس کو بھی اللہ کے ہاں ایک درجہ ملے گا اور جس کا اجتہاد صحیح تھا اس کو خورد درجے ملیں گے۔ پس ان پر جفا اور ظلم کا الزام لگانے سے اپنی زبان کو باز رکھنا چاہیے اور سب اصحاب کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان سے پاک رکھا ہے پس ہمیں چاہیے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں۔"

امام ربانی کا یہ مکتوب گرامی صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ اہل سنت والجماعت کے سمجھنے کے لئے پوری رہنمائی کرتا ہے جس سے مخالفین کے اعتراضات کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ کتاب سنت کی شہادت سے جب تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہیں اور ان کو جہنم کی آگ چھو بھی نہیں سکتی تو یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ ہر صحابی کی وفات کا مل الایمان ہونے کی حالت میں واقع ہوئی ہے اگر کسی صحابی سے کبھی کسی گناہ کا ارتکاب ہوا ہے تو موت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے وہ معاف فرما دیا ہے اور ان کو ظاہر توبہ کی توفیق نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے صحابہ کرام کی توبہ بھی دوسروں کی توبہ کے لئے ایک معیاری حیثیت رکھتی ہے۔ اب صحابہ کرام میں سے

کسی صحابی پر کسی کو جرح اور تنقید کرنے کا حق نہیں ہے۔

حضرات صحابہ کی یہ مخصوص
شان رسول اللہ صلی اللہ

رضی اللہ عنہ صحابہ کرام حق کا تحقیر مایٹر ہیں

علیہ وسلم کے ارشاد ما انا علیہ واصحابی ہی سے واضح ہوتا ہے اور
حضرت لاہوری قدس سرہ اسی حقیقت کے اظہار کے لئے حدیث ما انا
علیہ واصحابی کے تحت ارشاد فرمایا کہ:- ما انا علیہ واصحابی
حق کا تحقیر مایٹر ہے اس پر ہر جماعت کو پرکھ لیا جائے جس جماعت میں
یہ رنگ ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے۔ آپ کو اس کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا
فرمائیں۔ آمین یا الہ العالمین۔ (مجلس ذکر حقہ پنجم ص ۲۰۱، دسمبر ۱۹۵۶ء)
اور صحابہ کرام کا معیار حق ہونا حضرت لاہوریؒ نے حسب ذیل آیت
سے ثابت فرمایا ہے:-

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ
غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ
مَصِيرًا ۝ (پہ - سورۃ النساء ۱۷)

ترجمہ:- اور جو کوئی رسولؐ کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر
سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے خلاف چلے تو ہم اسے
اسی طرف چلا دینگے جہر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے روزخ میں
ڈالینگے اور بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

کمال دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو حضور کے ساتھ مساوی درجہ

میں لا کر کھڑا کر دیا۔ اس آیت میں الْمُؤْمِنِينَ کے مصداق صحابہ کرام ہی ہیں۔ حضور تو پیغمبر ہیں۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عین حضور کے نقش قدم پر جا رہے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی ہمارے لئے نمونہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کی تنقیص کرنے والوں کو ہدایت عطا فرمائیں۔ آمین یا اللہ العالمین۔ صحابہ کرام نے کلمہ تو حضور ہی سے پڑھا تھا۔ آپ کی برکت ہی سے ان کو ایمان اور اسلام نصیب ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو حضور کے ساتھ معیار بنا دیا۔ ان کی مخالفت کرنے والوں کے لئے فرماتے ہیں کہ ہم ان کو چھوڑ دیجئے کیونکہ دین میں زبردستی نہیں ہے۔ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں ہے؛ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۶، ۲۷، ۲۸)۔

لیکن ان کی مخالفت کر کے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کو جنت میں بھیجا جائیگا نہیں اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ (مجادلہ رکوع ۱۵، ۱۶، ۱۷)۔ ۳۱ اگست ۱۹۶۳ء)۔

چونکہ صحابہ کرام کا مابعد کی امت کے لئے معیار حق ہونا ایک دینی اور شرعی مسئلہ تھا۔ جو کتاب سنت کی نصوص سے ثابت ہے اور بانی جماعت اسلامی سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اور ان کی جماعت سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو معیار حق نہیں مانتے جیسا کہ مودودی جماعت اسلامی کے دستور میں عقیدہ محمد رسول اللہ

کے تحت تصریح ہے کہ :-

رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اُسی معیارِ کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو۔ اس کو اُسی درجہ میں رکھے۔ (دستور جماعت اسلامی پاکستان عقیدہ دفعہ نمبر ۲ دفعہ نمبر ۶) اور یہ عبارت چونکہ عقیدہ کے تحت درج ہے اس لئے مودودی جماعت اسلامی کے ہر رکن کے لئے یہ عقیدہ لازمی ہے چنانچہ اسی دستور میں شرطِ اِطاعت رکنیت دفعہ ۵ کے تحت نمبر ۱۱ میں لکھا ہے کہ :- جماعت کے عقیدہ کو اسکی تشریح کے ساتھ سمجھ لینے کے بعد شہادت دے کہ یہی اس کا عقیدہ ہے۔“

اور مودودی دستور کا یہ عقیدہ چونکہ اسلامی عقائد کے خلاف ہے اس لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف ایک مستقل رسالہ بنام ”مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت“ تصنیف فرمایا جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معیارِ حق ہونا شرعی دلائل سے ثابت کر کے مودودی جماعت پر اتمامِ حجت کر دی ہے۔ اور تصریح فرمادی ہے کہ :-

خلاصہ یہ کہ مودودی صاحب کا یہ دستور نمبر ۶ اور اس کا

عقیدہ نہایت غلط اور مخالف قرآن و حدیث اور مخالف عقائد اہل سنت
والجماعت اسلاف کرام ہے جس سے دین اسلام کو انتہائی ضرر اور
نقصان عارض ہوتا ہے۔ لوگوں کو اس سے احتراز ضروری ہے۔
(ص ۶۳)۔

(ب) حضرت مدنی اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

مودودی صاحب کا کتاب و سنت کا بار بار ذکر فرمانا محض
دھونگ ہے وہ نہ کتاب کو کتاب مانتے ہیں اور نہ وہ سنت کو سنت
مانتے ہیں بلکہ وہ خلاف سلف صالحین ایک نیا مذہب بنا رہے
ہیں اور اس پر لوگوں کو چلا کر دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔

شیخ العرب العجم اور شیخ التفسیر
مولانا احمد علی صاحب

لاہوری کو شیخ العرب والعجم سے جو عقیدت و محبت تھی وہ غیر معمولی
نوعیت کی تھی جس کا اندازہ حضرت کی حسب ذیل تحریروں سے لگایا جا
سکتا ہے۔ (۱) علی طور پر علماء اور عملی طور پر صوفیاء حامل دین ہیں
بعض حضرات جامع بھی ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت مولانا سید حسین احمد
صاحب مدنی۔ وہ ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اکمل ہیں۔ ان
سے پہلے حضرت مولانا انور شاہ جامع تھے۔ ان سے پہلے حضرت شیخ اہند
جامع تھے۔ ان سے پہلے بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم
جامع تھے۔ اے پنجابیو! تم اندھے ہو تم کیا جانو کہ حضرت مولانا حسین

صاحبؒ فی کیا ہیں الخ (مجلس ذکر حصہ پنجم ص ۱۲۲، ۲۴ دسمبر ۱۹۵۶ء)۔
 (ب) فرمایا: حضرت صدیق اکبرؓ پہلے دن حضور کو پہچان گئے۔ لیکن
 ابولہب اور ابوہریرہؓ آخر وقت تک حضور کا مرتبہ نہ جان سکے۔ میں
 حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کو
 اولیاء اللہ میں سے سمجھتا ہوں۔ میں کہا کرتا ہوں لاہوری اندھے ہیں حج
 حضرت مولانا حسین احمد مدنی کو نہیں جانتے وہ یقیناً ادویا گئے کرام
 میں سے ہیں۔ جمعیت علمائے ہند کے جلسوں میں جب شرکت کے لئے
 میں جاتا تھا ہمیشہ ان کے سامنے دو زانو بیٹھتا تھا۔ ماشاء اللہ
 وہ مجاہد بھی ہیں۔ بعض اوقات تین تین چار چار گھنٹے جلہ گاہ میں بیٹھے
 رہتے۔ میں اسی ہیئت پر ان کے سامنے بیٹھتا۔ بعض اوقات میری
 رانوں میں درد ہو جاتا اور کبھی کبھی کافی شدت اختیار کر جاتا لیکن میں
 نفس کو کہتا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو تجھے حضرت کے سامنے اسی طرح
 بیٹھانا ہے۔ الخ (مجلس ذکر حصہ ہفتم ص ۲۳ مورخہ ۲۴ جون ۱۹۵۷ء)۔
 (ج) حضرت لاہوری نے حضرت مدنیؒ کی عظمت بیان کرتے ہوئے
 عموماً اپنے درس و تقریر میں اس طرح کے الفاظ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
 نے مجھے چودہ مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرمائی ہے۔ اور
 حج کے موقع پر اولیاء اللہ موجود ہوتے ہیں لیکن میں نے اتنے عرصہ
 میں حضرت مدنیؒ جیسا بزرگ نہیں دیکھا (او کہا قال رحمہ اللہ
 تعالیٰ)۔

حق پرست علماء کی مودودیت کے ناراضگی کے اسباب

اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں و سنتوں اور صحابہؓ کے خلافت جو فتنہ بھی امت میں اسلام کے نام پر اٹھا ہے علماء حق نے اس کو نظر انداز نہیں کیا اور اس پر سخت نکیر کر کے اہل اسلام کو اس فتنہ سے بچانے کی کوشش فرمائی ہے۔ اور اپنے دور میں شیخ التفسیر عارف باللہ حضرت اعلیٰ مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس قسم کے علمائے حق میں سے ایک ہیں جنہوں نے ہر بنیادی فتنہ کا مقابلہ کیا ہے۔ چنانچہ بانی جماعت اسلامی ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی تصانیف میں ایسی عبارتیں لکھی ہیں جن میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص و توہین پائی جاتی ہے۔ اس لئے حضرت لاہوریؒ نے اس فتنہ کو بھانپ لیا۔ اور بلا خوف و ہمت لائحہ مودودی فتنہ کی تردید میں تقریر و تحریر کے ذریعہ جدوجہد فرمائی۔ چنانچہ رد مودودیت میں حضرت نے ایک کتاب بنام "حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب" تصنیف فرمائی۔ جس میں پوری وضاحت سے یہ تحریر فرمایا کہ (۱) میں نے مودودی صاحب کی کتابوں میں دیکھا کہ وہ قرآن مجید اور سنت رسول کے بعض بنیادی اصول کی توہین کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے ان توہینوں کی اشاعت نوائے پاکستان میں کر دی۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مودودی صاحب اور ان کے معتقدین کو متنبہ ہو کر توبہ کی توفیق عطا

فرمائے اور باقی مسلمان اس "فتنہ مودودییت" میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں۔ دراصل یہ چیزیں اخبار سے پہلے رسالہ میں مرتب شدہ تھیں (ص ۲)

(۲) مودودی صاحب محمدی اسلام کا ایک ایک ستون گرا رہے ہیں کے عنوان کے تحت تحریر فرمایا کہ :-

برادران اسلام! مودودی کی تحریک کو بنظر غور دیکھا جائے تو ان کی کتابوں سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مودودی جتنا ایک نیا اسلام مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور نعوذ باللہ من ذلک۔ نیا اسلام لوگ تب ہی قبول کریں گے جب پرانے اسلام کی درود و لیا منہدم کر کے دکھا دیئے جائیں اور مسلمانوں کو اس امر کا یقین دلا دیا جائے کہ ساڑھے تیرہ سو سال کا اسلام جو تم لئے پھرتے ہو وہ ناقابل قبول۔ ناقابل رد ایت اور ناقابل عمل ہو گیا ہے اس لئے اس نئے اسلام کو مانو اور اسی پر عمل کرو۔ الخ (ص ۷)

(۳) مودودی نظریات کو نئے اسلام سے تعبیر کرنے پر حضرت شیخ النقیض نے اس کتاب میں متعدد دلائل دیئے ہیں اور مودودی تصانیف سے صحیح حوالجات پیش کئے ہیں۔ جن میں نہ صرف صحابہ کرام بلکہ حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تنقیص پائی جاتی ہے۔ العیاذ باللہ۔ چنانچہ حضرت نے خود مودودی صاحب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :- مودودی صاحب آپ نے اللہ تعالیٰ کے ہزار ہا مقبول بندوں

کی توہین اور بے ادبی کی ہے۔ کیا آپ نے ساڑھے تیرہ سو سال کے تمام محدثین۔ تمام مفسرین۔ تمام مجددین حتیٰ کہ صحابہ کرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کی توہین نہیں کی؟ اتنے بڑے بڑے مقبولین بارگاہ کی توہین کرنا آپ کیا سمجھتے ہیں۔ یہ کوئی جرم نہیں ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین آپ نے نہیں کی۔ مودودی صاحب ان حرکات سے توبہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ آپ کی توبہ قبول فرمائے اور صراط مستقیم نصیب فرمائے۔ (۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے سلسلے میں حضرت لاہوری نے مودودی صاحب کی ایک حسب ذیل عبارت پیش کی ہے جس سے دجال کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کا غلط ہونا لازم آتا ہے العیاذ باللہ۔

حضور کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ کھٹا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو۔ لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا الخ (ماخوذ از ترجمان القرآن ربیع الاول ۱۳۶۵ھ فروری ۱۹۴۶ء)

علاقہ ازیں مودودی صاحب کے تنقیدی

ذہن و قلم سے بعض اور انبیائے معصوم

ہے اور غالباً اس قسم کی تحریریں حضرت

توہین انبیائے کرام

علیہم السلام کی توہین بھی ثابت

لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کی ہیں یا بعض آپ کی حیات میں ہی لکھی گئی ہیں جن کی حضرت کو اطلاع نہیں ہوئی مثلاً (۱) حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ کے سلسلے میں لکھا ہے کہ: عصمت دراصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے مصلحتاً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے ورنہ اگر اللہ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لئے بھی ان سے منکف ہو جائے تو جس طرح عالم انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اسی طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھ لیں اور جان لیں کہ یہ بشر ہیں خدا نہیں (تفہیمات جلد ثانی طبع روم ۱۳۳۵ء)۔

(۲) نیز حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق اپنی تفسیر میں آیت یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض کے تحت لکھتے ہیں کہ: یہ وہ تنبیہ ہے جو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور بلندی درجات کی بشارت دینے کے ساتھ حضرت داؤد کو فرمائی۔ اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے کہ جو فعل ان سے صادر ہوا تھا اس کے اندر خواہش نفس کا کچھ دخل تھا۔ اس کو عاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور وہ ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ

حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا۔ (تفسیر تفہیم القرآن جلد ۴ سورۃ ص ص ۳۲)۔

(۳) حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ :- جب اللہ تعالیٰ انہیں تنبیہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لئے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہارے صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۴ سورۃ ہود ص ۱۷) طبع نہم مئی ۱۹۷۵ء۔ یہاں یہ بھی ملحوظ ہے کہ جاہلیت سے مراد خلافت اسلام جذبہ ہے چنانچہ مودودی جماعت اسلامی کے دستور میں لکھا ہے کہ :- دین کا کم از کم اتنا علم حاصل کر لینا کہ اسلام اور جاہلیت (غیر اسلام) کا فرق معلوم ہو اور حدود اللہ سے واقفیت ہو جائے (ص ۱)۔

(۴) حضرت یونس سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا الخ (تفسیر القرآن جلد دوم سورۃ یونس حاشیہ ص ۳۱۲ طبع اول)

(۵) حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے :- نبی ہونے سے پہلے تو کسی نبی کو وہ عصمت حاصل نہیں ہوتی جو نبی ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے۔ نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا الخ

ارسائل و مسائل جلد اول ص ۳۱ طبع دوم ۱۹۵۲ء و ترجمان القرآن مئی جون
جولائی تا اکتوبر ۱۹۵۲ء۔

خلافت راشدہ اور حضرت لاہوٹی

حفظو خاتم النبیین صلی
اللہ علیہ وسلم کے ارشاد
ما انا علیہ و اصحابی سے تمام صحابہ کرام کا مقتدائے امت ہونا ثابت ہوتا
ہے اس لئے امتیازی طور پر اہل حق کا نام اہل سنت و الجماعت قرار
پایا ہے جس میں الجماعۃ سے مراد صحابہ کرام کی جماعت مقدسہ ہے جنکو
براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی فیضان نصیب ہوا
ہے لیکن ان تمام اصحاب کرام میں چار وہ حضرات ہیں جنکو حسب وعدہ
خداوندی حضور سرور کائنات کی خلافت (جانشینی) کا عظیم شرف نصیب
ہوا ہے یعنی امام الخلفاء حضرت ابو بکر صدیق - حضرت عمر فاروق - حضرت
عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ ان خلفائے اربعہ کو خصوصیت
سے خلفائے راشدین اور چار یار کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مفتی اعظم
حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی اپنی مشہور عام کتاب
تعلیم الاسلام حصہ سوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ :- ان چاروں کو خلفائے
اربعہ اور خلفائے راشدین اور چار یار کہتے ہیں۔

۳۔ صحابہ کرام اور انبیائے عظام علیہم السلام کے بارے میں مودودی تحریرات کی تفصیل اور
مودودی جماعت کی طرف سے ان کے جوابات اور پھر جواب الجواب کیلئے میری کتابیں مودودی مذہب
اور علمی محاسبہ بجلوب علمی جائزہ از مفتی محمد یوسف مودودی قابل مطالعہ ہیں۔

(۲) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صفانا نوتوی قدس سرہ نے بھی چار یار کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: - اور امیر معاویہؓ اور بعض اور صحابہ گو مخالف حضرت امیر رضی اللہ عنہ ہے لیکن ان کا بگڑنا ایسا تھا جیسا بھائیوں کا بگڑنا کیونکہ وہ اور چار یار اس نعمت خلافت میں بمنزلہ امیر اور غریب بھائیوں کے ہیں الخ (ہدیۃ الشیخہ ص ۷ طبع جدید ناشران نعالی کتب خانہ حق اسٹریٹ اردو بازار لاہور و مکتبہ نعمانیہ اردو بازار گوجرانوالہ)۔

(ب) ایک شیعہ مجتہد کے سوالات کے جواب میں حضرت نانو توی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ خلافت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: - خلفائے راشدین تو ان کے نزدیک پانچ ہیں چار یار اور ایک امام حسن علیہم رضوان اللہ تعالیٰ الخ (الاجوبۃ الکاملۃ ص ۲۹) اسی رسالہ میں خلفائے اربعہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ: - اہل سنت حضرت امیر (یعنی حضرت علی المرتضیٰؓ) کی خلافت کے وقت ان کے خلیفہ برحق ہونے کے دل سے قائل ہیں جیسے خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی حقیقت کے ان کے ایام خلافت میں قائل ہیں الخ (ص ۳۱)

چونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ چھ ماہ خلیفہ رہے ہیں پھر آپ نے صلح کر کے حضرت امیر معاویہؓ کو برحق خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ اس لئے عموماً محققین اہل سنت اصطلاحی معنی میں خلفائے راشدین صرف چار یار کو مانتے ہیں اور امام حسن رضی اللہ عنہ

نوٹ

کی خلافت کو حضرت علی المرتضیٰؑ کی خلافت کا تتمہ قرار دیتے ہیں۔

(۳) دیوبندی اکابر کے مرشد اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ کے حسب ذیل اشعار بعنوان "در مدح چار یار کرام اہل سنت کے لئے بصیرت افزار ہیں۔"

پڑھ تو امداد اس پہ صلوات و سلام آل و را صاحب پر اس کے تمام
چار یار اس کے ہیں چاروں غلام حق ساری امت پر وہ رکھتے ہیں سبق
ہیں ابو بکر و عمر و عثمان و علی دوست پیغمبر کے اور حق کے ولی
چاروں پیغمبر کے ہیں برحق وزیر ملک اسلام ان سے ہے رونق پذیر
زیب ایوان شریعت میں یہ چار رونق باغ طریقت میں یہ چار
ہیں یہ ملک معرفت کے شہریار ہیں حقیقت کے چمن کی یہ بہار
قلعہ دیں کی ہیں یہ دیوار چار ملت حق کی ہیں یہ آنہار چار
ہیں طریق حق کے چاروں تنہاوں ہیں یہ ایوان خلافت کے ستون
ہیں یہ ملک دین کی سرحد چار جو ہوا ہر ان سے ہر مرد و در و خوار
بحر وحدت میں ہیں چاروں غوطہ زن ہے حقیقت ایک ظاہر چار تن
جو کہ دو سمجھے انہیں اُخول ہے وہ روح ہاں میں بے شبہ بیکل ہے وہ
جو کوئی ان سے ہوا بداعتقاد ہے وہ دو عالم میں بیشک نامزد
جو ہیں اہل بیت اور آل رسول گلشن دیں کے ہیں سب مقبول پھول
ہے ہر اک ان سب کا بے شک یقین مغز ملت جانایاں روح دیں
جس قدر ہوا ان سے الفت میں کمی اس قدر ہے دین ملت میں کمی

ایک کا بھی ان سے جو بدخواہ ہو راہِ حق سے بے شبہ گمراہ ہو
 جتنے ہیں اصحابِ پیغمبرِ تمام ہے ہر اک نجمِ ہدایت و السلام
 اک صحابی سے بھی گر ہو سوئے ظن ہے وہ بیشک لائقِ گردنِ زدن
 بھیج تو ان سب پہ صلوات و سلام ہر گھڑی ہر لحظہ ہر دم صبح و شام
 (۴) سکندر نامہ فارسی میں حضرت نظامی گنجوی فرماتے ہیں:-

بہ از گوہرِ جاں نثارش کنم شاخوانی چار یارِ شش کنم
 (منقول از کلیات ابدادیہ ص ۱۳۱) ناشر دارالاشاعت مقابل
 مولوی مسافر خانہ کراچی نمبر ۱۔

(۵) بدائع منظوم فارسی مصنف ۱۲۳۰ھ میں ہے ۵

شکر دیگر کہ آمدم بحساب
 از محبانِ آل و ہم اصحاب
 بخصوص آلِ چہار عنصر دیں
 خلفائے رسولِ حق بیقیں

(۶) "نام حق" مصنف ۱۲۹۲ھ میں حضرت شرف الدین بخاری فرماتے ہیں
 شکر حق را کہ پیشوا داریم پیشوائے چو مصطفیٰ داریم
 است او و دوست داریم دوست دار چہار یارِ دے ایم
 (نوٹ) "نام حق" کی یہ نظم سات سو پانچ سال پہلے کی ہے۔

(۷) مغلیہ دورِ سلطنت میں عموماً ملکی سکوتوں پر کلمہ طیبہ اور اسکے ارد گردِ حضرات
 چار یار کے نام کندہ ہوتے تھے۔ چنانچہ ہمارے پاس اس قسم کے سکوتوں

میں سے ایک سکے شاہجہاں بادشاہ غازی کا ہے اور دوسرا سکے جلال الدین
 اکبر بادشاہ کا ہے جس پر ۹۱۰ھ لکھا ہے۔ اور ایک کتاب "عہد مغلیہ
 مع دستاویزات مؤلفہ صفدر حیات صفدر میں" باب شیر شاہ سوری کا
 انتظام سلطنت کے عنوان کے تحت ص ۲۵ پر لکھا ہے کہ: "سکوں پر دو
 قسم کی زبانیں لکھاؤں گے۔ ایک طرف فارسی اور دینو نگری رسم الخط میں بادشاہ
 کا نام، سن اور محال کا نام ہوتا تھا دوسری طرف درمیان میں کلمہ ہوتا تھا: سنی العقیدہ
 ہونیکے باعث کلمہ کے چاروں طرف خلفائے راشدین کے نام کندہ ہوتے تھے۔ مندرجہ اشعار بادشاہ
 کے صدیوں پہلے کی یادگار ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ امت مسلمہ میں اسلام کا اصل الاصول کلمہ
 طیبہ **اَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** کی تبلیغ اور تحفظ کیلئے اتنا شدید جذبہ پایا جاتا تھا کہ
 مسلم سلاطین کو دنیا دار بادشاہ سمجھا جاتا ہے وہ کبھی اپنا یہ اولین فریضہ سمجھتے تھے کہ وہ
 خدا کے دیئے ہوئے اقتدار کے ذریعہ اصلی کلمہ اسلام کی حفاظت کریں اور اسکے بعد ان
 چار خلفائے راشدین کے شرعی بلند مقام کا تحفظ وہ ضروری سمجھتے تھے جو قرآن کی ہر
 خلافت راشدہ کا مصداق ہیں اور جنکے ذریعہ حق تعالیٰ نے کلمہ اسلام کو اطراف عالم میں پھیلا دیا تھا
جنات کا ایک عجیب و غریب تازہ واقعہ

کے مریدین میں سے ہمارے محترم حکیم امانت اللہ صاحب قادری ساکن
 کوری ضلع راولپنڈی کی ایک لڑکی ہمارے مدرسہ تعلیم النساء چکوال
 میں قرآن مجید حفظ کر رہی ہے۔ اس نے پہلے دینیات کا کورس اسی
 مدرسہ میں پاس کیا ہے۔ وہ ماہ رجب میں چھٹی پر گئی ہوئی تھی۔ تعلیمی
 سال کے اختتام پر ہم تعلیم النساء میں سالانہ زنانہ اجتماع کیا کرتے
 ہیں جس میں طالبات قرآن مجید حفظ سناتی ہیں۔ اذان فجر تک یہ اجتماع

رہتا ہے۔ اس سال یہ زمانہ اجتماع شب ۲۰ شعبان ۱۳۹۸ھ میں ہوا
 ہے۔ اس اجتماع میں شرکت کے لئے حکیم صاحب موصوف کی لڑکی بھی
 دوسری مستورات کے ہمراہ آئی تو اس نے اپنا یہ واقعہ سنایا کہ وہ
 اس اجتماع سے دو دن پہلے دن کو اپنے گھر میں تھی تو ایک جن (عورت)
 کمرے میں اس کے سامنے ظاہر ہوئی اور اس نے کہا کہ تو یہ کلمہ پڑھ۔ لَا إِلَهَ
 إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ عَلَىٰ وَلِيِّ اللَّهِ وَصِي رَسُولِ اللَّهِ وَ
 خِلْفَتُهُ بِمَا فَضَّلَ۔ میں نے کہا کہ میں یہ کلمہ نہیں پڑھتی میں تو اپنا کلمہ
 پڑھونگی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔ اس کے بعد اس جنیت
 نے کچھ ایسا اثر ڈالا کہ میں بیہوش ہو گئی اس حالت میں مجھے کچھ اتنا
 یاد ہے کہ میں نے غیر اختیاری طور پر شیعہ کلمہ کے بعض الفاظ پڑھے
 ہیں۔ اس کے بعد مجھے ایک دوسری آواز آئی (لیکن کوئی چیز مجھے نظر
 نہیں آئی) کہ تو یہ کلمہ نہ پڑھ بلکہ تو اپنا یہ کلمہ پڑھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔ اور جب میں ہوش میں آکر اٹھی تو میرے ہاتھ
 میں یہ سکہ تھا۔ حالانکہ یہ سکہ پہلے ہمارے گھر میں بالکل نہیں ہے اس
 سکہ کی ایک طرف درمیان میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ
 لکھا ہے اور اس کے چاروں طرف چار خلفاء کے نام ہیں۔ ابو بکر۔ عمر
 عثمان۔ علی۔ سکہ کی دوسری طرف مسجد نبوی کا نقشہ ہے جس کے
 نیچے لفظ مدینہ لکھا ہے اور اس کے ساتھ دوسرا لفظ ہے جو پڑھا
 نہیں جاسکتا۔ سکہ کا فوٹو یہ ہے۔



(ب) اس لڑکی نے بتایا کہ ۱۹ شعبان صبح کو جب ہم گھر سے چلی ہیں تو اڈہ پر پیدل جاتے ہوئے راستہ میں پھر وہ جتنی عورت سامنے آئی اور اس نے پھر شیعہ کلمہ پڑھنے کو کہا تو میں نے جواب دیا کہ میں یہ نہیں پڑھتی اس کے بعد بس میں جب ہم بیٹھی ہیں تو راستے میں پھر وہ عورت نظر آئی ہے اور پھر اس نے کہا کہ تو یہ کلمہ پڑھ یعنی شیعہ کلمہ۔ لیکن میں نے جواب دیا کہ میں یہ کلمہ نہیں پڑھتی۔

(ت) اس لڑکی پر پہلے بھی آسید سحر کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ واقعہ سے معلوم ہوتا ہے جب سے شیعوں نے اپنا جداگانہ کلمہ بھٹو دور حکومت میں سرکاری نصاب دینیات میں کھوایا ہے جو ملت اسلامیہ کے اجماعی کلمہ اسلام لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کے خلاف ہے اور سوائے توحید و رسالت کے اقرار کے نبی کریم رحمت للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اسلام میں داخل کرتے وقت کلمہ میں اور کسی شخصیت کا اقرار نہیں کرایا اور حضرات خلفائے راشدین حتیٰ کہ خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کلمہ اسلام میں توحید و رسالت کے علاوہ اور کسی شخصیت کا اقرار نہ خود کیا ہے اور نہ کسی اور سے کرایا ہے اس لئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے کلمہ اسلام میں کمی یا اضافہ کرنا کفر ہے۔ بہر حال جس طرح کلمہ اسلام کے پاسے

میں پاکستان میں سواد اعظم اہل سنت والجماعت اور شیعہ فرقہ کے مابین بنیادی اور اصولی اختلاف و نزاع پایا جاتا ہے اسی طرح یہ مسئلہ جنات میں پھیل گیا ہے۔ اس شیعہ جہنم نے اس لڑکی کو عقیدہ بنانے کی کوشش کی تو حق تعالیٰ کی نصرت سے کسی سُستی جن نے اس کا دفاع کیا۔ اور لڑکی کے ہاتھ میں وہ پرانا سکہ دیدیا۔ جس میں نہ صرف کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا ہے بلکہ اس کے چاروں طرف خلفائے راشدین (حضرات چار یار) کے نام لکھے ہوئے ہیں جس میں سواد اعظم کے عقیدہ خلافت راشدہ کا تحفظ پایا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صدیوں پہلے کے سلاطین اسلام اپنے شاہی سکہ میں کلمہ اسلام کے چاروں طرف ان چار خلفائے راشدین کے نام کندہ کر کے عقیدہ خلافت راشدہ کے تحفظ کا فریضہ ادا کرتے تھے اور اس طریق سے وہ اسی حقیقت کا اظہار کرتے تھے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے خصوصیت سے یہ چار خلفائے راشدین کلمہ اسلام کے مبلغ اور محافظ تھے اور یہی خلفائے عظام رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مابعد کی امت کے مابین ایک قوی ترین واسطہ ہدایت ہیں اور ان کی خلافت راشدہ کو تسلیم کئے بغیر کلمہ اسلام قبول نہیں ہو سکتا اور اہل حق کا یہ عقیدہ محض اپنے حسن ظن پر مبنی نہیں ہے بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان چار حضرات کی بذریعہ وحی عظمت بیان فرمائی ہے چنانچہ محدث کبیر حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی

شفاء اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت جابرؓ سے مدارج النبوة جلد اول ص ۵۲ میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے :-

ان الله اختار اصحابي على جميع العالمين سوى النبيين والمرسلين واختار لي منهم اربعة ابا بكر وعمر وعثمان وعلي فجلهم خيرا واصحابي كلهم خيرا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے انبیاء اور رسولوں کے میرے صحابہ کو تمام جہانوں سے چن لیا ہے اور ان اصحاب میں سے پھر ان چار کو میرے لئے پسند کر لیا ہے یعنی ابوبکرؓ - عمرؓ - عثمانؓ اور علیؓ۔ اور ان چار کو میرے تمام اصحاب میں سے بہتر بنا دیا ہے اور میرے اصحاب سب بہتر ہیں اور پھر ان چار میں سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کو افضلیت عطا فرمائی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ابوبکر وعمر سیدا کھول اهل الجنة من الاولين والآخرين الا النبيين والمرسلين (مشکوٰۃ شریف) یعنی ابوبکر اور عمر سوائے انبیاء اور مرسلین کے تمام اولین و آخرین میں ادھیر عمر کے جتنیوں کے سردار ہونگے)۔

اور طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر (میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنا ہوگی۔ اور پھر ان دونوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق

کا مرتبہ نہ صرف حضرت عمر فاروقؓ سے بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد تمام اولادِ آدم میں سے بڑا ہے۔ آپ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ شاعر ملت ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے :-
 اَلْاَمَنُ النَّاسِ بِرَمْلَانِے مَا اَلْکَلِمُ اَوَّلُ سِنَانِے مَا
 ہمتِ اُوکشت ملتِ راجپوت ابرہہ ثانی اسلام و غار و بدر و قبر
 اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقؓ کو محبوبِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اول کا منصب عطا فرمایا۔ اور بعد از وفاتِ روضہ مقدسہ میں حضورِ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں قیامت تک کے لئے آرام کرنیکا شرف عطا فرمایا۔ اور آپ کے بعد خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظمؓ کو حضورِ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ میں استراحت فرما ہونے کی فضیلت نصیب فرمائی۔

اور یہ وہی روضہ مقدسہ ہے جس میں
مسئلہ حیات النبی | نبی کریمؐ رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم روح کے تعلق سے جسم اطہر کی حیات کے ساتھ جلوہ فرما ہیں اور زائرین کے درود و سلام بذریعہ ملائکہ کرام روضہ مقدسہ (قبر اطہر) میں پیش کیا جاتا ہے۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی بعد الموت اپنی اپنی قبور مطہرہ میں روح کے تعلق سے جسمانی حیات اور سماع عند القبر کے عقیدہ پر اہل حق کا اجماع ہے۔ چنانچہ اکابر علمائے دیوبند کے عقائد کی دستاویز آلہند علی المفسد مؤلف مزج العلماء والصلحاء حضرت

مولانا خلیل احمد صاحب محدث مہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ میں مسئلہ حیات النبی کی تصریح کر دی گئی۔ چند سال پہلے جب بعض منتسبین علمائے دیوبند نے عقیدہ حیات النبی کا انکار ظاہر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کی حیات کو ہی حیات النبی سے تعبیر کیا اور جسد مع الروح کی حیات اور سماج عند القبر کا انکار کیا۔ تو شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ نے حیات النبی کے اس سنی عقیدہ کی پر زور تائید فرمائی۔ ان ایام میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ منکرین کے متعلق عموماً فرمایا کرتے تھے کہ ان کو نہ بصیرت ہے اور نہ عقیدت۔ اگر بصیرت ہوتی تو حیات النبی کا انکار نہ کرتے اور اگر عقیدت ہوتی تو ان کی تحقیق مان لیتے۔ مسئلہ حیات النبی کی تفصیل اور اس کے دلائل کے لئے حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب شیخ الحدیث نصرت العلوم گوجرانوالہ کی کتاب "تسکین الصدور قابل مطالعہ ہے۔ جو مولانا موصوف نے ۱۹۶۷ء مطبعہ ۱۳۸۷ھ میں جمعیت علمائے اسلام کے ارکان شوریٰ کے متفقہ فیصلہ کی بنا پر تصنیف کی تھی۔

بہر حال ان چار یار کی خلافت راشدہ کی اہمیت کو امام المحققین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی بے نظیر جامع کتاب "ازالہ الخفاء عن خلافت الخلفاء" میں حسبِ ذیل عبارت میں واضح فرمایا ہے کہ:-

اما بعد می گوید فقیر ولی اللہ عفی عنہ کہ دریں زمانہ بدعت تشیع

آشکار شد و نفوس عوام بشبہات ایشال متشرب گشت و اکثر اہل ایں
 اقلیم در اثبات خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
 اجمعین شکوک بہم رسانیدند لاجرم نور توفیق الہی در دل ایں بندہ
 ضعیف علیے را مشروح و مبسوط گردانید تا آنکہ بعلم الیقین دانستہ
 شد کہ اثبات خلافت ایں بزرگواراں اصلے ست از اصول دین تا
 وقتی کہ ایں اصل را محکم نہ گیرند هیچ مسئلہ از مسائل شریعت محکم نشود
 الخ — امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی
 قدس سرہ ازالۃ الخفاء کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :- اما بعد۔ کہتا ہے
 فقیر حقیر ولی اللہ عفی عنہ کہ اس زمانہ میں بدعت تشیع آشکار ہو گئی ہے
 اور عام لوگوں کے دل ان کے شبہات سے متاثر ہو گئے ہیں اور اس
 ملک کے اکثر لوگ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
 کی خلافت کے ثبوت میں شک کرنے لگے ہیں لہذا توفیق الہی کی روشنی
 نے اس بندہ ضعیف کے دل میں ایک علم پیدا کیا جس سے یقین
 کے ساتھ معلوم ہوا کہ خلافت ان بزرگوں کی ایک اصل ہے اصول
 دین سے جب تک لوگ اس اصل کو مضبوط نہ پکڑیں گے کوئی مسئلہ
 مسائل شریعت سے مضبوط نہ ہوگا : (ازالۃ الخفاء مترجم اردو جلد اول
 ص ۷ ناشر نور محمد کارخانہ تجارت کتب۔ آرام باغ کراچی)۔

شیعہ عقیدہ امامت اور سنی عقیدہ خلافت کا فرق
 حضرت شاہ ولی
 محدث دہلوی

کے ان الفاظ سے خلافت ایسے بزرگواراں اصلے است از اصول
 دین کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اہل سنت کا عقیدہ خلافت
 بھی شیعوں کے عقیدہ امامت کی طرح ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک
 خلافت کا عقیدہ مثل توحید و رسالت کے اصول دین میں سے نہیں ہے
 لیکن برعکس اسکے شیعوں کے نزدیک عقیدہ امامت مثل عقیدہ توحید و
 رسالت کے ہے چنانچہ بھٹو دور حکومت میں جو شیعہ دینیات سرکاری اسکولوں
 میں نافذ کی گئی تھی اس کی کتاب اسلامیات لازمی برائے جماعت نہم و
 دہم کے حصہ شیعہ میں اصول دین کے عنوان کے تحت یہ لکھا ہے کہ:
 دین کی جڑیں پانچ ہیں۔ توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت۔ قیامت
 تو ان کے عقیدہ امامت سے تو یہ لازم آتا ہے کہ توحید و رسالت
 کی طرح عقیدہ امامت پر ایمان لانا فرض ہے۔ بلکہ شیعوں کا یہ
 بھی عقیدہ ہے کہ منصب امامت منصب نبوت سے افضل ہے
 اسی عقیدہ کی بنا پر وہ حضرت علی المرتضیٰؑ سے لیکر امام غائب
 حضرت مہدیؑ تک بارہ اماموں کو انبیائے سابقین علیہم السلام
 سے افضل تسلیم کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ مثل توحید و رسالت
 کے اقرار کے کلمہ اسلام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اقرار
 ضروری قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ بھٹو دور حکومت کی دینیات
 اسلامیات لازمی کی کتاب رہنمائے اساتذہ میں دو شیعہ مفتنین
 مولوی محمد شیر نصاریٰ آف ٹیکسلا اور مولوی مرتضیٰ حسین فاضل

لکھنؤ نے جو شیعہ کلمہ لکھا ہے اس کی تشریح حسب ذیل کی گئی ہے
 کلمہ۔ اسلام کے اقرار اور ایمان کے عہد کا نام ہے۔ کلمہ پڑھنے سے کافر
 مسلمان ہو جاتا ہے۔ کلمہ میں توحید و رسالت ماننے کا اقرار اور
 امامت کے عقیدے کا اظہار ہے۔ ان عقیدوں کے مطابق عمل کرنے
 سے مسلمان مومن بنتا ہے۔ (ص ۲۵) اور اس کتاب میں کلمہ کے
 الفاظ لکھے ہیں:- لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ عَلَيَّ وَآلِ
 اللَّهِ وَصَلَّى رَّسُولِ اللَّهِ وَخَلِيفَتُهُ بِمَا فَصَّلَ ط

حضرت شاہ ولی اللہ
 محدث دہلوی

عقیدہ امامت ختم نبوت کے منافی ہے

قدس سرہ فرماتے ہیں:-

ایس فقیر از روج پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرد کہ حضرت
 چہ می فرمایند در باب شیعہ کہ مدعی محبت اہل بیت اند و صحابہ ا
 بدعی گویند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنوع از کلام ردعانی إلقاء
 فرمودند کہ مذہب ایشان باطل است و بطلان مذہب ایشان از
 لفظ امام معلوم می شود۔ چوں ازاں حالت افاقست دست داد۔ در
 لفظ امام تا مثل کردم معلوم شد کہ امام باصطلاح ایشان معصوم مقرر
 الطاعة منصوب للخلق است و وحی باطنی در حق امام تجویزی نمی نمایند
 پس در حقیقت ختم نبوت را منکر اند گویند بان آنحضرت را صلی اللہ
 علیہ وسلم خاتم الانبیاء گفته باشند و چنانکہ در حق اصحاب اعتقاد نیک باید

داشت ہم چنان در حق اہل بیت معتقد باید بود و صالحین ایشان را
بمزید تعظیم تخصیص باید کرد الخ (کتبہیات الہیہ جلد ثانی ص ۲۴۴)
مطبوعہ المجلس العلمی (ڈھابیل)۔

مذکورہ شرعی حقائق کے پیش نظر دور حاضر
کے گوناگون فتنوں اور رافضیت اور غار جیت سے
اعلان حق چار یار تحفظ اور اہل حق کے عقیدہ خلافت راشدہ کی تبلیغ و اشاعت
کے لئے اگر پاکستان میں حق چار یار کے اعلان حق کو زور شور سے
پھیلا دیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس سے غلبہ حق اور شکست
باطل کی راہیں کھل سکتی ہیں۔ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ
إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ حَبْنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

شیخ التفسیر حضرت لاہوری
حضرت شاہ ولی اللہ محدث
شیخ التفسیر کے ارشادات
دہلوی کو امام الاتقیاء والاویار مانتے ہیں۔ (خطبات حصہ نہم ص ۱۲۵)
حضرت رحمۃ اللہ علیہ تفسیر قرآن حضرت شاہ ولی اللہ کی تحقیقات کی
روشنی میں پڑھایا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے قرآن مترجم کے دیباچہ میں
ایک ضروری گذارش کے تحت انجمن خدام الدین قائم کردہ مسئلہ
کی مطبوعات کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

(۱) درس عام جو ہر روز صبح کو ہوتا ہے (۲) نوجوان تعلیمیات
طبقہ کا درس جو ہر روز بعد از نماز مغرب ہوتا ہے (۳) فارغ التحصیل

علمائے کرام کو قرآن حکیم کی ایسی تفسیر پڑھائی جاتی ہے جس میں اعتقادات۔ اعمال۔ اخلاق۔ اصول۔ تدبیر منزل۔ قانون۔ حالات۔ تمدن اسلام۔ اسلامی معاشرت اور سیاسیات وغیرہ تمام ضروریات کا حل کتاب اللہ سے سمجھ میں آئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلک سے آدمی باہر نہ جائے۔

(۴) دورۂ تفسیر رمضان۔ ثوال اور ذیقعد کے تین مہینوں میں ختم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اہل علم کو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ کا تدوین کردہ فلسفہ شریعت جو حجتہ اللہ البالغہ میں مذکور ہے پڑھایا جاتا ہے۔ اور چونکہ حضرت شیخ التفسیر نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحقیقات سے خصوصی استفادہ کیا ہے اور اور عقیدہ خلافت راشدہ کے اثبات کیلئے حضرت شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ اس لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت راشدہ کی شرعی اہمیت کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا اور مجالس ذکر اور خطبات جمعہ اور اپنی تصانیف میں خلفائے راشدین کے بت تہرین شرعی مقام کی تعلیم فرماتے رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:-

(۱) مشکوٰۃ شریف کے باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی ایک حدیث شریف میں ہے کہ تم پر لازم ہے کہ میرے اور خلفاء

راشدین کے طریقے کو مضبوط پکڑ لو۔ آج حضرت عمر بن خطابؓ کے
 بائے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان
 کو حدیث کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ذکر ہے کہ حذیفہؓ کہتے ہیں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ کب تک
 تمہارے درمیان رہوں۔ پس تم میرے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتدا
 (متابعت) کرو۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شیعہ حضرات کو بھی ان کی
 عزت اور احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو لوگ حضرت ابو بکرؓ
 اور حضرت عمرؓ کی توہین کرینگے وہ اپنی بھی خیر نہیں منائیں گے۔ حضرت
 ابو ہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالیٰ
 فرماتا ہے کہ جس شخص نے میرے دوست کو اذیت دی میں اس سے لڑائی
 کا اعلان کرتا ہوں۔ ایک موقعہ پر ایران کے شیعہ امام سے لاہور کے
 بعض علماء نے سوال کیا کہ اہل بیت حضرات کے مزارات کو فہمیں
 ہیں ان کا کیا حال ہے؟ شیعہ امام نے کہا کہ ان کی برکت سے
 اتنے اتنے فاصلے پر جتنے مدفون ہیں سب مغفور ہیں سب جنتی
 ہیں۔ اس پر اہل سنت والجماعت نے اعتراض کیا کہ اہل بیت کی
 اتنی برکت ہے کہ گروا گرو کے تمام مدفون جنتی ہیں اور جنہیں حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم پہلو اور بغل میں لیکر سوئے ہوئے ہیں انکی کوئی
 برکت نہیں؟ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ انسان
 جب ضد پر آجائے تو حق کی مخالفت کرتا ہے۔ (مجلس ذکر حصہ نہم)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منکرین زکوٰۃ سے حضرت ابوبکر صدیق کے جہاد و قتال کے بارے میں فرمایا کہ:- صدیق اکبر کی استقامت اسلام کو بچا کر لے گئی ورنہ اسلام مدینہ ہی میں دفن ہو جاتا۔ ایک قبیلہ زکوٰۃ معاف کر لیتا دوسرا نماز تیسرا روزہ اور چوتھا حج الخ۔ (مجلس ذکر حصہ ہفتم ص ۱۴۹ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۵۷ء)

(۳) حضرت صدیق کے فضائل کے بیان میں فرمایا:- تمام انبیاء علیہم السلام میں سے فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا حواری ملا۔

(ب) حضرت علیؓ نے فرمایا:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی ابوبکرؓ اور عمرؓ میں کسی مومن کے دل میں میری محبت اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کا بغض جمع نہیں ہو سکتے:- (خطبات حصہ نہم ص ۱۵۶)

(۴) حضرت عمر فاروقؓ کے فضائل میں فرمایا (۱) سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- اے بیٹے خطاب کے! اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ تمہیں کبھی راستہ میں شیطان نہیں ملتا مگر تیرا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ سے چل نکلتا ہے (اخرجہ البخاری والمسلم۔) ایضا خطبات

(۵) حضرت شیخ التفسیر کا وہ مضمون جو آپ نے شعبان ۱۳۵۵ھ میں

جامعہ ملیہ دہلی میں زیر صدارت مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی پڑھا تھا۔ انجمن خدام الدین کے مطبوعہ مجموعہ رسائل میں "مقصد قرآن" کے نام سے شامل ہے۔ اس میں آپ نے سلطنت اسلامی کی وسعت کے تحت سورۃ النور کی آیت استخلاف یعنی وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ الآية سے استشہاد کیا ہے۔ ترجمہ آیت یہ لکھا ہے :- "جو تم میں سے ایمان لائینگے اور عمل صالح کریں گے ان سے اللہ تعالیٰ نے زمین میں بادشاہت کا وعدہ فرمایا، جس طرح پہلوں کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی عطا کی تھی؟"

اس آیت کے تحت حضرت فرماتے ہیں :- چنانچہ عرب ایسے غیر مہذب غیر متمدن۔ امور سلطنت سے نا آشنا جنہیں متمدن حکومتیں اپنے حلقہ اثر میں لینا بھی پسند نہ کرتی تھیں۔ اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے ہی ایک صدی کے اندر اتنے بڑے طاقتور بن گئے کہ دنیا میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ ایشیا کا بڑا حصہ اور متمدن یورپ کا معتد بہ حصہ ان کے زیر نگیں تھا۔ بنی امیہ کی سلطنت ایشیا میں عرب۔ عراق۔ افغانستان اور ہندوستان میں ملتان تک وسیع ہو گئی تھی۔ افریقہ میں مصر، طرابلس تونس۔ الجزائر اور مراکش ان کے زیر نگیں تھا۔ اقصائے یورپ یعنی اندلس میں حکمرانی کر رہے تھے۔ الخ (مقصد قرآن ص ۲۱)

(۶۱) اسی آیت استخلاف کی تفسیر میں شیخ التفسیر نے اپنے ترجمہ قرآن

کے حاشیہ پر موضع القرآن سے حضرت شاہ عبدلقدار صاحب محدث دہلوی کا یہ ارشاد نقل کیا ہے :- خطاب فرمایا حضرت کے وقت کے لوگوں کو جو ان میں نیک ہیں۔ پیچھے انکو حکومت دیگا اور جو دین پسند ہیں ان کے ہاتھ سے قائم کریگا اور وہ بندگی کریں گے بغیر شرک۔

یہ چاروں خلیفوں سے ہوا۔ پہلے خلیفوں سے اور زیادہ۔ پھر جو کوئی اس نعمت کی ناشکری کرے انکو بے حکم فرمایا۔ جو کوئی ان کی خلافت سے منکر ہوا اس کا حال سمجھا گیا :

(۷) ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب "تجدید و احیائے دین" میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و النورین پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے :-
دور جاہلیت کا حملہ — مگر ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتاری و وسعت کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ سخت ہوتا جا رہا تھا اور دوسری طرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن پر اس کا عظیم کام بار رکھا گیا تھا ان خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئی تھیں۔ اس لئے جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا راستہ مل گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا سر دیکر اس خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رکا :-

اس کے جواب میں حضرت شیخ التفسیر لکھتے ہیں کہ مودودی صاحب کی سابقہ تحریر میں دو چیزیں مذکور ہیں۔ پہلی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عنہ نظام خلافت کے سنبھالنے کے قابل نہیں تھے یعنی نعوذ باللہ تالاق

تھے۔ دوسری یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جاہلیت (مودودی صاحب کی اصطلاح میں جاہلیت سے مراد کفر ہوتی ہے) کو اسلام میں گھس آنے کا راستہ مل گیا۔ کیا یہ اہل خلافت عثمانیہ کی توہین نہیں ہے جس کی تعریف کئی حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے آپ سُن چکے ہیں؟ (حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب ص ۲۵) اس کے بعد حضرت نے عین اسلام اور اصلی اسلام کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:- مودودی صاحب اور ان کے متبعین سے انصاف کی اپیل کرتا ہوں۔ کیا آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے کہ:- جو چیز ہم لے کر آئے ہیں وہ عین اسلام اور اصلی اسلام ہے۔ کیا یہی عین اسلام اور اصلی اسلام ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخصیت کی تعریف کریں آپ اس کی توہین کریں اور جس خلافت کے دور کو حضور انور در خلافت اور رحمت فرمائیں۔ آپ یہ فرمائیں کہ اس خلافت اور رحمت کے دور میں اسلام میں کفر داخل ہو گیا تھا۔ کیا آپ کے اس بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بلکہ تکذیب نہیں ہے کہ جس دور کی آپ تعریف فرما رہے ہیں اس دور میں اسلام میں کفر مل گیا تھا الخ (ایضاً ص ۳۶)۔

حضرت لاہوریؒ نے مودودی صاحب کی مندرجہ عبارت پر جو سخت گرفت فرمائی ہے وہ کتاب سنت کی نصوص کی روشنی

میں بالکل حق ہے اور غالباً حضرت نے خداداد بصیرت کے ذریعہ
 موردی کی اس مختصر عبارت میں اس کی وہ تفصیل بھی دیکھ لی تھی
 جو حضرت کی وفات کے بعد موردی صاحب نے اپنی کتاب خلافت
 ملوکیت (مطبوعہ اکتوبر ۱۹۶۶ء) میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت
 راشدہ پر معاندانہ تنقید کرتے ہوئے بیسیوں صفحات میں درج کی ہے
 اور جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پالیسی کو خطرناک اور فتنہ انگیز
 قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزیں ایسی تھیں جو بڑے
 دور رس اور خطرناک نتائج کی حامل ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ
 حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہؓ کو مسلسل بڑی طویل مدت تک
 ایک ہی صوبے کی گورنری پر مامور کئے رکھا وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ
 میں چار سال سے دمشق کی ولایت پر مامور چلے آئے تھے۔ حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ نے آئندہ سے سرحد روم تک اور البحرینہ سے ساحل بحر ابیض
 تک کا پورا علاقہ ان کی ولایت میں جمع کر کے اپنے پورے زمانہ خلافت
 (۱۲) سال میں ان کو اسی صوبے پر برقرار رکھا۔

دوسری چیز جو اس سے زیادہ فتنہ انگیز ثابت ہوئی وہ
 خلیفہ کے سکریٹری کی اہم پوزیشن پر مروان بن الحکم کی ماموریت تھی۔
 (خلافت و ملوکیت طبع اول ۱۹۵۱ء)۔

حضرت شیخ التفسیرؒ نے موردی و ساؤس کا جواب انکی کتاب

تجدید و احیائے دین کی عبارت کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزانہ ارشادات کے تحت کافی و کافی دیا ہے۔ چنانچہ بعنوان "حضرت عثمان کا زمانہ خلافت" فرماتے ہیں:۔ سفینہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: خلافت تیس سال تک رہے گی۔ اس کے بعد بادشاہی ہو جائیگی۔ پھر سفینہ نے کہا: ابوبکر کی خلافت کے دو سال شمار کرو اور عمرؓ کی خلافت کے دس سال تک اور عثمانؓ کی بارہ سال تک اور علیؓ کی خلافت چھ سال تک۔ (اسے احمد۔ ترمذی ابوداؤد نے روایت کیا ہے)۔

حاصل یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت علیؓ منہلج النبوة کا زمانہ تیس سال فرمایا ہے۔ اسی زمانہ کے اندر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ آجاتا ہے۔

(۲) ابوعبیدہؓ اور معاذ بن جبل سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ (دین کا) معاملہ نبوت اور رحمت کی صورت میں شروع ہوا ہے۔ پھر خلافت اور رحمت ہو جائیگا۔ پھر اس کے بعد تشدد پسند بادشاہی ہو جائیگی الخ۔ ملخصاً رواہ البیہقی فی شعب الایمان) حاصل یہ نکلا کہ رحمت للعلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ نبوت اور رحمت کا تھا اور خلفائے راشدین کا زمانہ خلافت اور رحمت کا تھا۔ اسی

خلافت کے زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہے۔ آپ کی خلافت کے زمانہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خلافت اور رحمت کا زمانہ فرمایا ہے میں الخ۔ حضرت شیخ التفسیر کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نبوت اور رحمت کے بعد یعنی دور رسالت کے بعد خلافت اور رحمت کا زمانہ آئیگا اور دوسری حدیث میں ہے۔ **الْخِلَافَةُ بَعْدِي ثَلَاثُونَ سَنَةً** یعنی میرے بعد خاص خلافت تین سال رہیگی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت انہی تین سالوں کے اندر آجاتا ہے تو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جاہلیت (خلافت اسلام) کے داخل ہونے کا مؤویق نظریہ صاف طور پر ارشاد رسالت کے خلاف ہے۔

(۱) مودودی جماعت کی طرف سے بانی جماعت کے دفاغ میں

بعض شبہات کا ازالہ

کہا جاتا ہے کہ مودودی صاحب کا یہ لکھنا قابل اعتراض نہیں ہو سکتا کہ:- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئی تھیں:- کیونکہ اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں:- تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ دونوں خلیفہ افضل ہیں۔ لیکن اس سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ آپ اپنے زمانہ میں خلافت کا بوجھ پوری طرح سنبھالنے کی قابلیت نہ رکھتے ہوں۔ جبکہ خود

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کی اتباع کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا:۔ وَمَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَيسِرْ اِخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الراشدین المہدیین عَصَا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ (مشکوٰۃ شریف) اور تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہیگا تو وہ زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ تو ان حالات میں تم پر میرے طریقہ اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقہ کی پیروی لازم ہے اس کو بہت مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیے۔

تو جب خلفائے راشدین کی اتباع حضور نے لازم کر دی ہے اختلاف و انتشار کے زمانہ میں اور حضرت عثمان ذوالنورین بھی یقیناً ان خلفائے راشدین میں شامل ہیں۔ تو اسکے باوجود اگر مودودی صاحب کا یہ نظریہ صحیح ہو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جاہلیت اور ملوکیت داخل ہو گئی تھی تو جاہلیت اور ملوکیت کے طریقہ کی پیروی کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر دے سکتے ہیں۔ لہذا یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑے گی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا طریقہ خلافت بھی ملوکیت اور جاہلیت سے بالکل پاک تھا۔ اور پہلے دونوں حضرات کی طرح ان کی سنت (طریقے) کی پیروی بھی لازم ہے اسی بنا پر حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

قوانین ریاست اور آئین سیاست جو خلیفہ راشد سے ظاہر ہوتے ہیں سنت نبویہ کا حکم رکھتے ہیں پس خلفائے عظام کا طریقہ بمنزل سنن انبیائے کرام کے ہے۔ فعلیکم بسنتی و سنت الخلفائے

الراشدین المہدیین الخ (منصب امامت مقرر جم اردو ص ۹) اور
 حدیث فعلیکم بیعتی و سنتی الخلفاء الراشدین۔ خود حضرت
 شیخ التفسیر نے بھی حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کا سبب
 ص ۷۷ پر نقل فرمائی ہے۔

(۲) بعض لوگ مذکورہ تیس سالہ خلافت کی حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کرتے
 اور کہتے ہیں کیا صحیح اسلامی حکومت صرف تیس سال کے لئے تھی اور بعد
 میں ساری حکومتیں غیر اسلامی ہی رہیں گی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ
 یہ تیس سالہ خلافت جس کو علیؑ منہاج النبوة کہا جاتا ہے دراصل وہ
 خاص خلافت ہے جس کا وعدہ قرآن مجید کی آیت استخلاف میں کیا گیا
 ہے اور یہ موعودہ خلافت سورۃ الحج کی آیت تمکین الذین ان مکنتہم
 فی الامن اقاموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ و امرؤا بالمعروف
 و نہوا عن المنکر کے تحت صرف ان مہاجرین صحابہ کے لئے ہے جن کو
 قریش مکہ نے ان کے گھروں سے نکال دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے
 ان آیات میں بطور پیشگوئی ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ان مہاجرین صحابہ
 کو ہم زمین (ملک) میں اقتدار دیں تو وہ ماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں
 اور نیکیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے منع کریں۔

اسی بنا پر مہاجرین صحابہ کرام میں سے خلافت نبوت صرف خلفائے
 اربعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ
 اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوئی ہے۔ یہ آیت تمکین اور سورۃ النور

کی آیت استخلاف اس بابے میں نص ہے کہ یہ چاروں خلفاء اپنے اپنے دور خلافت میں خلیفہ راشد تھے اور گو ان میں باہمی فضیلت حسب ترتیب خلافت ہی پائی جاتی ہے لیکن اپنے زمانہ میں وہ خلافت کے پورے اہل تھے اور خلافت کا بار مکمل طور پر اٹھانے کی قابلیت رکھتے تھے کیونکہ ان حضرات کا انتخاب حسب وعدہ خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اب انکی اہلیت اور قابلیت پر اعتراض کرنا ان پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر اعتراض ہے۔ العیاذ باللہ۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ مہاجرین صحابہ میں سے نہیں ہیں اس لئے وہ اس خلافت راشدہ موعودہ کا مصداق نہیں بن سکتے البتہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد آپ اہل السنۃ والجماعت کے عقیقہ میں خلیفہ برحق ہیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ سے ان کا اختلاف اجتہادی ہے جس کی نوبت قتال باہمی تک پہنچ گئی تھی۔ اور چونکہ حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ راشد کی مخالفت انہوں نے اذروئے اجتہاد نیک مٹی سے کی ہے اس لئے ان کی اس خطا کو خطائے اجتہادی قرار دیا جائیگا لیکن بحیثیت جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی ہونے کے ان پر لعن طعن کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ روافض کرتے ہیں یا مودودی صاحب نے تنقید کے نام پر ان کو ہدف ملامت بنایا ہے چنانچہ "خلافت و ملکیت میں لکھا ہے کہ :-

(۱) مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے

وسنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی (خلافت و ملکیت طبع اول ص ۱۴)

(ب) زیاد بن سمیہ کا استحقاق بھی حضرت معاویہؓ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لئے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی الخ (ایضاً ص ۱۴)۔

اس کے علاوہ بھی مودودی صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ایسے الفاظ لکھے ہیں جو روافض ہی لکھ سکتے ہیں حالانکہ علمائے حق کے نزدیک سوائے اجتہادی خطا کی نسبت کے کسی طرح بھی تنقیص و توہین کے الفاظ نہ حضرت امیر معاویہؓ کے لئے جائز ہیں اور نہ کسی اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :- قال امام عصرہ ابو زرعة

الرازی من اجل شیوخ الاسلام اذا مرأیت الرجل ینتقص احدا صحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فاعلم انہ زندیق الخ۔ ترجمہ :- اجل شیوخ اسلام امام عصر ابو زرعة رازی کہتے ہیں کہ جب تم کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کی تنقیص کرتے دیکھو تو جان لو کہ وہ زندیق ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن حق ہے۔ رسول حق ہیں اور جو آپ لائے ہیں وہ حق ہے اور یہ سب کچھ ہمیں صحابہ سے ہی پہنچا ہے۔ اب ان پر جو جرح کرتا ہے تو وہ گویا کتاب اور سنت کو رد کرتا ہے۔ لہذا جرح اسی پر زیادہ موزون

اور اس پر زندگی گمراہ اور جھوٹا اور معاند ہونے کا حکم لگایا جائیگا۔ فرمایا
 سہل بن عبد اللہ ترمذی نے جن کا علم - زہد - معرفت اور جلالت شان
 محتاج تعارف نہیں کہ جس کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
 خوش عقیدگی نہ ہو وہ گویا رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا۔ عبد اللہ بن مبارک
 سے پوچھا گیا اور آپ کی ذات بھی علم و جلالت شان میں محتاج بیان نہیں
 کہ معاویہؓ افضل ہیں یا عمر بن عبد العزیزؓ۔ آپ نے کہا کہ وہ غبار جو حضرت
 معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا جبکہ وہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کاب تھے بہتر ہے عمر بن عبد العزیزؓ سے
 گویا آپ نے اس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم کے ساتھ صحبت اور آپ کی رویت (یعنی زیارت) کا مقابلہ
 کوئی چیز بھی نہیں کر سکتی (تائید اہل سنت ترجمہ رسالہ رقدہ انفض حضرت
 مجدد الف ثانی مرتبہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ایم اے ایل بی بی ایچ
 ڈی صدر شعبہ اُردو سندھ یونیورسٹی حیدر آباد مطبوعہ استنبول (ترکی)
 پرانے فتنے نئے نئے روپ

پاکستان میں خارجیت کا ظہور | میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ

خارجیت کا فتنہ پاکستان میں اہل سنت والجماعت کے عنوان پر پھیل
 رہا ہے۔ اس فتنہ کی ابتدا تو یہاں محمد احمد عباسی کی کتاب "خلافت
 معاویہؓ دیرید سے ہوئی ہے لیکن سنی صحیح ذہن کے فقدان کی وجہ
 سے کئی اہل علم بھی اس کی لپیٹ میں آ رہے ہیں اور گو اس جدید

خارجیت کو قبول کرنے کا باعث ردِ افض کا شدید غلو و فساد بھی ہے لیکن مسلک حق سے ہٹ جانا خواہ کسی وجہ سے ہی ہو خود ضلالت و زندقیت ہے نہ کہ راست روی و حقانیت۔ محمود احمد عباسی کی تصانیف سے یہ واضح ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ کی تنقیص اور حضرت امیر معاویہ کی برتری کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ بلکہ انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں یزید کو اسلام کا ہیرو منوانے کی کوشش کی ہے مثلاً :-

(۱) خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ کے متعلق لکھا ہے کہ :- دشمنانِ دین اور کفار سے تیغ آزمائی کرنے کے بجائے طلبِ حصولِ خلافت کی غرض سے تلوار اٹھائی گئی تھی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں :-
مقالاتِ دہلی (علی) رضی اللہ عنہ برائے طلبِ خلافت بودند نہ بجهت اسلام (ازالۃ الخفا جلد اول ص ۲۴ سطر ۲۰) ترجمہ :- "علی رضی اللہ عنہ کی لڑائیاں (مقالات) تو بعد از شہادت عثمان (علی) اپنی خلافت کی طلبِ حصول کے لئے تھیں نہ باغراضِ اسلام۔ (خلافت معاویہ و یزید ص ۵)

اور پھر اس کے بعد اپنے نظریہ کی تائید میں ایک مستشرق کی یہ عبارت پیش کی ہے :- "حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ (حضرت) علی (علیہ السلام) کو (خلیفہ شہید) کی جانشینی کا استحقاق واقعاً حاصل نہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ بھی واضح ہے کہ تقدس و پارسائی کا جذبہ تو ان کے (طلبِ خلافت) میں کارفرما نہ تھا بلکہ حصولِ اقتدار و حُبِ جاہ کی ترغیب تھی۔ اس لئے معاملہ فہم

لوگوں نے اگرچہ وہ (حضرت) عثمانؓ کے طرز حکمرانی کی مذمت کرتے تھے مگر علیؓ کو انکا جانشین تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا: (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا گیارہواں ایڈیشن ج ۵ ص ۲۱)

اس مستشرق کی مندرجہ عبارت پیش کرنے کے بعد کوئی اہل عقل ہوش انسان اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ عباسی صاحب حضرت علی المرتضیٰؓ کو مخلص صحابی بھی ماننے کے لئے تیار نہیں چہ جائیکہ خلیفہ راشد مان لیں۔

اب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی عبارت کا مفہوم بھی خود سنا پیش کیا ہے تاکہ یہ فریب یا جلائے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی حضرت علیؓ کو اسلام کے لئے مخلص نہیں مانتے۔ العیاذ باللہ۔ حالانکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے یہ عبارت اس بحث میں لکھی ہے کہ سورۃ الفتح کی آیت قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ آوَلِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ (آپ ان پچھپے رہنے والے دیہاتیوں سے یہ کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو ان سے لڑتے ہو یا وہ مطیع (اسلام) ہو جائیں الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد دوم فصل ہفتم ص ۲۹)

اس آیت کا مصداق قرار دیتے ہوئے اس کے بعد حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ آیت میں جن دعوت دینے والوں کے متعلق پیش گوئی ہے

اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ ان اعراب کو قتال کے لئے دعوت دینا حسب آیت لَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ممنوع فرما دیا تھا۔ اور یہ مقصد کہ سخت جنگجو قوم کے ساتھ لڑائی ہوگی اور اس میں ان اعراب کو دعوت قتال دی جائیگی۔ روم و فارس کے سوا اوروں میں نہیں پائے گئے۔

و نہ مرتضیٰ زیراکہ مقالات دے رضی اللہ عنہ برائے طلب خلافت بودند بجهت اسلام وَ تَقَاتِلُوا نَهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَ دلالت می کند بر آن دعوت کفار است بجهت اسلام و بنو امیہ و بنو عباس دعوت نکردند بقتال کفار مگر ماہو معلوم من التاريخ قطعاً الخ۔

(ترجمہ) اور نہ وہ داعی حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے کیونکہ آپ کے مقالات طلب خلافت کے لئے ہوئے بجهت اسلام سے نہیں اور تَقَاتِلُوا نَهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ قتال کفار کے ساتھ اسلام کیلئے دعوت کے لئے ہوگا۔ اور بنو امیہ اور بنو عباس نے اعراب حجاز کو کفار سے قتال کے لئے کبھی دعوت نہیں دی یہ بات تاریخ سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور صدیق اکبر کی دعوت اہل شام و عراق سے قتال کے لئے تھی اور حضرت فاروق کی دعوت بھی عراق اور شام اور مصر سے قتال کے لئے تھی اور ذی النورین کی دعوت اہل خراسان و افریقہ و مغرب سے قتال کے لئے واقع ہوئی جیسا کہ تاریخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے تو ان کی دعوت کی تعمیل کرنا واجب تھا اور یہ صفت

خلیفہ برحق کی ہے اور جب ان کی حقیقت روم و عجم سے جہاد کے لئے دعوت دینے میں ظاہر ہو گئی تو ان کے تمام احکام واجب الاتمشال ہونگے الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد دوم صفحہ ۲۹)

اس مفصل عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب دہلوی مذکورہ آیت کی پیشگوئی کا مقصد اہل حضرت صدیق اور حضرت فاروقؓ کی خلافت کو قرار دے رہے ہیں کیونکہ ان کے دورِ خلافت میں ہی روم و فارس سے قتال ہوا اور اس کے لئے اعراب حجاز کو دعوت دی گئی تھی۔ اس قسم کا قتال و دعوت حضرت علی المرتضیٰ کے زمانہ خلافت میں نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ نے کسی غیر مسلم قوم سے لڑائی نہیں کی اور نہ اس کے لئے اعراب حجاز کو دعوت دی ہے۔ یہ مطلب ہے بھیت اسلام قتال نہ کرنے کا۔ بلکہ آپ کا قتال ان لوگوں سے ہوا ہے جو اسلام کے قاتل (مسلمان) تھے اور ان سے قتال کا مقصد اپنی خلافت صفت منوانے ہی کے لئے ہو سکتا تھا۔ لیکن کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت اسلام کے لئے نہ تھی۔ یا کیا محمود احمد صاحب عباسی یہ چاہتے تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ بھی اپنے مخالفین حضرت معاویہ اور ان کی جماعت کو غیر مسلم قرار دے کر قتال کرتے۔ العیاذ باللہ۔ اور اس کے بعد آیت **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ** (سورۃ المائدہ) ”اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر

جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لے آئیگا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی الخ۔ اس آیت کے تحت حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:-

وایں آیت دلالت می کند بر آنکہ جماعت محبوبین کا ملیں مضمین جہاد خواہند کرد با مرتدین و این معنی در زمان شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر نہ شد زیرا کہ اسود عنسی خروج نہ کردہ بود و آنجناب بسوئے وی لشکرے رواں نہ کردہ۔ و نہ در ایام حضرت مرتضیٰ زبیرا کہ قتال ایشان با بُغَاة یا خوارج اتفاق افتاد نہ مرتدین و خلفائے بنی عباس و بنی امیہ نیز با ہیچ یکے از مرتدین بطریق فوج کشی قتال نکردند الخ۔

(ترجمہ) "اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ محبوبین کا ملیں کی جماعت جن سے اللہ تعالیٰ خویش ہوں گے مرتدین کے ساتھ جہاد کریں گے اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں ظاہر نہیں ہوئی۔ کیونکہ اسود عنسی نے خروج نہیں کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف لشکر روانہ نہیں کیا تھا اور نہ حضرت مرتضیٰ زبیرا کے زمانہ میں کیونکہ ان کو قتال کا اتفاق باغیوں اور خارجیوں کے ساتھ ہوا ہے مگر مرتدین کے ساتھ۔ اور خلفائے بنی عباس و بنی امیہ نے بھی مرتدین کی کسی جماعت سے بطریق فوج کشی قتال نہیں کیا اور فحوالے آیت سے لوگوں کا جمع ہونا اور قتال کا قائم ہونا مفہوم ہو رہا

سے تو متعین ہو گیا کہ جن لوگوں کا وصف اس آیت میں مذکور ہے وہ صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما اور ان کے لشکر تھے اور عرف عام میں قتال منسوب ہوتا ہے غلیف کی طرف اگرچہ وہ موقع جنگ میں موجود نہ ہو الخ تو کیا اس تفصیل کے بعد بھی کوئی اہل علم و دیانت شخص حضرت شاہ صاحب کی مندرجہ عبارتوں سے وہ مطلب نکال سکتا ہے جو عباسی صاحب پیش کر رہے ہیں۔ لہ اصل حضرت شاہ صاحب حضرت صدیق اور حضرت فاروق کی خلافت حق ان آیات سے ثابت کر رہے ہیں اور اگر ان آیات کا مصداق حضرات شیخین کی خلافت کو نہ قرار دیا جائے تو پھر یہ آیتیں صحیح ہی ثابت نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ اس قسم کی لڑائیوں کا مصداق نہ حضور کا زمانہ ہو سکتا ہے اور نہ حضرت علی المرتضیٰ کا اور نہ ہی بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتوں کا۔ تو کیا عباسی صاحب اور ان کے مقلدین اس سے یہ نتیجہ نکالینگے کہ العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قتال بھی اسلام کے لئے نہیں تھا؟ اور کیا وہ بنی امیہ کے لئے بھی یہ بات تسلیم کر لینگے کہ ان کی حکومتیں بھت اسلام نہ تھیں؟ — (ب) حضرت شاہ صاحب دہلوی کی مندرجہ عبارت سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ کے خلافت قتال کرئیوالوں کو باغی قرار دیتے ہیں۔ تو کیا عباسی صاحب اور ان کے متبعین حضرت امیر معاویہ کو حضرت شاہ صاحب دہلوی کی تصریح کے تحت باغی ماننے کا نظریہ قبول کرتے ہیں؟ اور یہاں سے کسی

کو حضرت معاویہ سے بدظنی نہ پیدا ہونی چاہیے کیونکہ حضرت معاویہ
 مجتہد تھے آپ نے جو کچھ کیا نیک نیتی سے اور اذروئے اجتہاد
 کیا۔ چنانچہ خود حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے خلیفہ کی خلاف
 خروج کرنے کی تین صورتوں میں سے آخری صورت یہ لکھی ہے کہ:-
 دین قائم کر نیکی غرض سے لوگ بغاوت کریں اور خلیفہ (کی حقیقت)
 اور اسکے احکام (کے وجوب اطاعت) میں شبہ بیان کریں۔ پس
 اگر (باغیوں کی) یہ تاویل قطعی البطلان ہو تو اس کا کوئی اعتبار
 نہیں جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مرتدوں کی اور
 زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کی تاویل (نا قابل اعتبار تھی) اور
 تاویل کے قطعی البطلان ہونے کے یہ معنی ہیں کہ (یہ تاویل) نص قرآنی
 یا سنت مشہورہ یا اجماع یا قیاس جلی کے مخالف ہو۔ اور اگر وہ
 تاویل قطعی البطلان نہ ہو بلکہ مجتہد فیہ ہو تو وہ گروہ باغی تو ضرور ہوگا
 مگر قرن اول میں ایسے گروہ کا حکم وہی ہے جو مجتہد مخطی کا ہوتا ہے
 کہ اگر وہ گروہ خطا کرے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ لیکن جبکہ (خلیفہ
 وقت سے) بغاوت کرنے کی ممانعت کی حدیثیں جو صحیح مسلم وغیرہ میں
 مستفیض ہیں شائع ہو گئیں اور امت کا اجماع اس پر منعقد ہو گیا
 تو اب (اگر کوئی بغاوت کرے تو اس) باغی کے عاصی ہونے کا حکم
 دیتے ہیں الخ (ازالۃ الحنفیہ مترجم جلد اول ص ۳۲)
 اور حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کو تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث خلافت^{راشدہ}

ہی قرار دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :-

(۱) اثبات خلافت عامہ برائے خلفائے اربعہ از اجلی بدیہیات است (خلفائے اربعہ کے لئے خلافت عامہ کا ثابت ہونا اجلی بدیہیات سے ہے) (ایضاً ص ۳۳) یعنی ظاہر باہر ہے جس میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔

(۲) نیز حضرت شاہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں :-

اور آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث مستفیضہ میں اس بات کی خبر دی کہ آپ کی وفات کے بعد خلافت نبوت و خلافت رحمت ہوگی۔ اور اس کے بعد ملک عضو (مار کاٹ کی بادشاہت) اور جو آنحضرت کی وفات کے متصل واقع ہوئی وہ خلفائے اربعہ کی خلافت تھی تو ان کی خلافت خلافت نبوت و رحمت ہوئی اور اگر ان خلفاء کی سیرت انبیاء کی سیرت کے مشابہ نہ ہوتی یا انہوں نے غضب سے خلافت کو لیا ہوتا تو خلافت نبوت و رحمت نہ ہوتی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث مستفیضہ میں یہ علم عطا فرمایا ہے کہ خلافت کا زمانہ تیس سال ہے اور سفینہ زمانے اس کی تفسیر خلفائے اربعہ کی خلافت سے کی ہے اور عقل بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ مطلق ریاست کی میعاد تو تیس سال نہیں ہے تو یہ خلفاء ایسی خلافت سے متصف تھے جو ملک عضو سے مغائرت رکھتی تھی۔ پس یہ خلافت ممدوح تھی اور جو خلافت کہ غضب و جور کی ہوتی ہے وہ

ممدوح نہیں ہوتا الخ (ازالۃ الخفاء مترجم جلد دوم فصل ہفتم ص ۴۲)
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے تحت حضرت شاہناہ
 دہلوی نے جو تفصیل فرمائی ہے اور میں سالہ خاص خلافت میں خلفائے اربعہ
 حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور
 حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کو ثلث مل کیا ہے تو کیا اس کے بعد بھی حضرت
 علی المرتضیٰ کی خلافت کو خلافت و نبوت اور خلافت رحمت نہ تسلیم کر سکی
 گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اور یہاں حضرت شاہ صاحب نے حضرت سفینہ
 صحابی کے جس ارشاد کا ذکر کیا ہے وہ وہی ہے جو شیخ التفسیر حضرت
 اعلیٰ لاہوری کی کتاب "حق پرست علماء کی مورد بیت سے ناراضگی
 کے اسباب" کے حوالہ سے سابقہ صفحات میں مذکور ہو چکا ہے۔

سواد اعظم اہل سنت والجماعت کے نزدیک
 تو حضرت علی المرتضیٰ چوتھے خلیفہ راشد ہیں اور
 پہلے خلفائے ثلاثہ کے بعد سولے انبیائے کرام علیہم السلام کے باقی تمام
 اولاد آدم سے افضل ہیں لیکن محمود احمد عباسی صاحب کے ایک مقلد
 ابو یزید بٹ نے لکھا ہے کہ :- یہ تاریخی حالات واضح طور پر ثابت
 کرتے ہیں کہ امیر المومنین یزید کی خلافت سیدنا علی رضی کی خلافت
 سے بوجہ فائز جنگی کے بدرجہا اولیٰ اور اتفاق کی حامل تھی (رشید
 بن رشید ص ۲۲)۔

(۲) اور محمود احمد عباسی کی ایک اور تحقیق بھی ملاحظہ فرمائیے چنانچہ

لکھتے ہیں کہ :-

حضرت طلحہ و زبیرؓ کے بیٹوں اور عزیزوں کے بارے میں الفاظ کہیں نہیں ملتے کہ حضرت عثمانؓ کی محصوری کے زمانے میں آپ لوگ مدینہ سے باہر چلے جائیں۔ حضرت علیؓ ہی کے بارے میں ان کے صاحبزادے اور چچیرے بھائی کے منہ سے ملتے ہیں جس سے ثابت ہے کہ حضرت علیؓ کی حضرت عثمانؓ سے مخالفت اس قدر نمایاں تھی کہ ان کے عزیز قریب ان کا مدینہ میں رہنا اس نازک وقت میں مناسب نہ سمجھتے تھے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کا کہ وہ قتل کی سازش میں شریک تھے کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (تحقیق مزید سلسلہ خلافت معاویہ و یزید ص ۴۴ طبع اول)۔

کتنا بڑا جھوٹ ہے یہ قول کہ حضرت علیؓ کی حضرت عثمانؓ سے مخالفت اس قدر نمایاں تھی۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ سے بدظن کرنے کے لئے عباسی صاحب کس قسم کی الزام تراشیاں کرتے ہیں۔

(ب) اگر ان حضرات کی باہمی مخالفت اس قدر نمایاں تھی تو پھر تو یہ احتمال مخالف نکال سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں حضرت علیؓ بھی شریک تھے العیاذ باللہ۔ اور جو یہاں عباسی صاحب کہہ رہے ہیں۔ یہی بات تو روافض کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے نہ کہ موافق۔ اور آپ کی

خلافت کو بھی خلافتِ شیعین (حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کی طرح) اندرونِ تفتیانہ مانا تھا کہ رضاء و رغبت سے۔

(۳) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی عباسی صاحب نے ایک عیسائی مورخ کا قول پیش کیا ہے کہ: حسین کے دورِ اندیش دوستوں نے لاکھ سنت سماجت کی کہ ایسی خطرناک مہم کے اندر نا عاقبت اندیش اپنے آپ کو جو حکم میں نہ ڈالیں۔ مگر حضرت حسین نے حُبِ جاہ کی ہلک تر غیبات پر کان دھرنے کو ترجیح دی اور ان لاتعداد خطوط کی فخریہ طور پر نمائش کرتے رہے اور جن کی تعداد جیسا کہ شوخی سے کہتے تھے کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے مساوی تھی: (خلافت معاویہ و یزید ص ۱۹۸) لیکن ساداتِ اعظم اہل سنت و الجماعت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کو نیک نیت اور مخلص مانتے ہیں جیسا کہ کتاب و سنت کی نصوص سے ثابت ہے اور حضرت امام حسینؑ تو حضرت امام حسنؑ کی طرح جنت کے جوانوں کے سردار ہیں جیسا کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: الحسن والحسين سيئدا شباب أهل الجنة (مشکوٰۃ شریف) اور حضرت علی المرتضیٰ ہوں یا حضرت فاطمہ الزہرا حضرت حسینؑ ہوں یا حضرت حسنؑ ابا، سنت و الجماعت کے عقیدہ میں ان حضرات کی محبت ایمان کا جزو ہے کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: حُسَيْنٌ مِنِّي وَ اَنَا مِنْ حُسَيْنٍ أَحَبَّ اللَّهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا - حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْأَسْبَاطِ - رواه الترمذی -

حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ جو شخص حسینؑ سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔ حسینؑ میری بیٹی کی اولاد میں سے ہیں۔“

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؑ و حضرت حسینؑ دونوں کے متعلق فرمایا:۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا وَ اُحِبُّهُمَا وَ اَحَبُّ مِنْ یُحِبُّهُمَا رواہ الترمذی۔ (۱) اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں اور تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ اور اس شخص سے بھی محبت رکھ جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے۔)

(۳) عَنْ اَبْنِیْ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَتٰی اَہْلَ بَیْتِکَ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَ کَانَ یَقُوْلُ لِفَاطِمَۃٍ اَدْعِیْ لِیْ اِبْنَتِیْ فِیْشَہْمَا وَ یَضُمَّہُمَا اِلَیَّ۔ رواہ الترمذی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے اہل بیت (گھر والوں) میں سے کون سب سے زیادہ پیارا ہے تو فرمایا۔ حسینؑ اور حسینؑ۔ اور حضور حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلا لو پھر آپ پیار سے ان دونوں کو سونگھتے اور گلے سے لگاتے۔ تو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں نواسے اتنے پیارے ہیں تو اہل ایمان کو کیوں پیارے نہ ہونگے۔ اور جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ جو شخص ان دونوں سے محبت

رکھتا ہے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ تو پھر کون مومن ایسا ہو سکتا ہے جو ان دونوں کی محبت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا خواہشمند نہ ہو

(۱) شیخ التفسیر

حضرت لاہوریؒ

حُب اہل بیت اور اکابر کے ارشادات

فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب ایران فتح ہوا تو وہاں سے کچھ شہزادیاں حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے حضور میں بھجوا دیں اور فرمایا کہ یہ شہزادیاں شہزادوں ہی کے لائق ہیں (مجلس ذکر حصہ سوم ص ۱۲۰ مورخہ ۱۱/۱/۱۹۵۶ء)

(۲) شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابْنِیْ هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ يُصْلِحَ بَيْنَ بَيْنِ فَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (میرا یہ بیٹا سید (سرदार) ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا)۔ اور دونوں صاحبزادوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں فرمایا:۔ سَيِّدِ الشَّبَابِ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ (اہل جنت کے جوانوں کے سرदार امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ اسکی وجہ سے صاحبزادوں کو سید کہا جائے گا پھر ان کی اولاد کو بھی یہی لقب دیا گیا جیسے تافنی کی اولاد کو قاضی اور راجاؤں کی اولاد کو راجہ.... کہا جاتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے

چھوٹی صاحبزادی ہیں اور قاعدہ ہے کہ ماں باپ کو چھوٹی اولاد سے زیادہ
محبت ہوتی ہے اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ محبت تھی جتنی کہ اور صاحبزادیوں
سے نہ تھی آپ نے فرمایا ہے کہ فاطمۃ بضعة منیٰ یٰ ربی بنی ما
آسرا بہا ویؤذیننی ما اذا ہا (فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس
چیز سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اس سے مجھ کو تکلیف ہوتی ہے اور
جو چیز اس کو ستاتی ہے مجھ کو بھی ستاتی ہے۔)

مسلمان ہمیشہ اسی بنا پر حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے محبت کرتے رہے
اور احترام کی نظر سے دیکھتے رہے الخ (ملفوظات شیخ الاسلام مرتبہ
مولانا ابوالحسن بن گالی ص ۱۲۱)۔

(۳) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں :-

عدم محبت اہل بیت خروج است و تبری از اصحاب فض
و محبت اہل بیت با تعظیم و توقیر جمیع اصحاب کرام تسنن ہے۔
محبت اہل بیعت جزو ایمان است۔ محبت اہل بیت سرمایہ
اہل سنت است۔ (یعنی جو شخص اہل بیت سے محبت نہیں رکھتا
وہ غارجی ہے اور جو صحابہ کرام سے بیزاری اور مخالفت رکھتا ہے وہ
رافضی ہے اور جو محبت اہل بیت کے ساتھ تمام صحابہ کرام کی تعظیم و
توقیر کرتا ہے وہ سنی ہے۔ اہل بیت کی محبت ایمان
کا جزو ہے۔ محبت اہل بیت اہل سنت کا سرمایہ ہے الخ۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی جلد دوم ص ۵۲)۔

(ب) نیز حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ :-

محبت امیرِ رُفُضِ نَیْسِتِ تَبَرِی از خلفائے ثلثہ رُفُضِ اسْتِ (یعنی حضرت امیر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کرنیکا نام رُفُضِ و شیعیت نہیں ہے بلکہ خلفائے ثلثہ سے بیزاری اور عناد رکھنا ہی رافضیت اور شیعیت ہے)۔ (ایضاً ص ۵۲)۔

حضرت مجدد صاحب کے متعلق حضرت لامہوری کی عقیدت یہ ہے کہ فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان ہر کافرِ فرنگ۔ ملحد اور زندق کو اپنے آپ سے بدرجہا بہتر سمجھے۔ ہم ان کو مجدد مانتے ہیں اور یہ ان کا حال ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوگا جو دین کو زندہ کرے گا۔ ان کے مجدد ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ (مجلس ذکر حصہ ہفتم ص ۱۳ مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۵۷ء)

(۴) حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی فرماتے ہیں :- اہل بیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے حق میں چشم و چراغ ہیں۔ ہمارے نزدیک اعتقاد اصحاب اور حُب اہل بیت دونوں کے دونوں ایمان کے لئے بمنزلہ دو پیر کے ہیں۔ دونوں ہی سے کام چلے ہے۔ جیسے ایک پیر سے طائر بلند پرواز نصف پرواز تو کیا ایک بالشت بھی اڑ نہیں سکتا۔ ایسے ہی ایمان بھی بے ان دو پرول

کے سپارے کے موجب نوز مقصود (جس کی طرف اُولَئِكَ هُمُ الْفَاقِرُونَ
یا فَاقرُّوْزًا عَظِيْمًا وغیرہ میں اشارہ ہے) نہیں ہو سکتا الخ (مدیرۃ الشیو
عد ۲۲ طبع جدید)۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید
میں سورۃ الاحزاب کی آیت اِنَّمَا يُرِيدُ
اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا
میں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو فرمایا گیا ہے
تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات کو اہل بیت قرار دینا کیونکر
صحیح ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک آیت میں اہل البیت
کا خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کے لئے ہے لیکن صحیح
مسلم اور ترمذی شریف سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی
چادر میں لے کر یہ دعا لگائی تھی کہ :- اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ
فَاذْهِبْ عَنْهُمْ الرِّجْسَ الخ — اے اللہ یہ میرے اہل بیت
ہیں پس تو ان سے ناپاکی کو دور کر دے الخ۔ تو جب خود رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار حضرات کو خصوصیت کے ساتھ اپنی
رحمت کی چادر میں لے کر اپنی دعائیں ان کو اہل بیت فرمایا ہے تو
ہم اہل سنت ارشاد رسالت کے تحت کیوں نہ ان حضرات کو اہل
بیت کہیں۔ آیت میں چونکہ حضور کی بیویوں کے بارے میں وَيُطَهِّرْكُمْ

نظہیراً فرمایا گیا ہے۔ اس لئے اہل السنۃ والجماعت ازدواج کے ساتھ مطہرات کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور چونکہ حدیث کے الفاظ میں مذکورہ چاروں حضرات کو بھی اہل بیت فرمایا گیا ہے اس لئے ان کو عموماً اہل بیت سے تعبیر کرتے ہیں اور قرآن و حدیث کے مفہوم میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ حضرت نانوتوی فرماتے ہیں کہ :-

باقی رہیں ازدواج مطہرات جو امہات مومنین یعنی سب مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ ان کی نسبت جو کچھ حضرات شیعہ شنا خواں ہیں سب ہی جانتے ہیں حالانکہ اصل اہل بیت وہی ہیں۔ کیونکہ اول تو اہل بیت کے معنی بعینہ اہل خانہ ہے۔ اتنی بات تو انکو کچھ نہ جانتے ہوں، مولوی عمار علی صاحب بھی جانتے ہونگے (یہ وہ شیعہ مولوی ہیں جن کے سوالات کا جواب حضرت نانوتوی دے رہے ہیں) دوسرے لفظ اہل بیت جو کلام اللہ میں واقع ہوا ہے تو ازدواج مطہرات ہی کی شان میں وارد ہوا ہے۔ گو حضرت علیؑ اور حضرت زہراءؑ اور حضرات حسینؑ بھی بوجہ عموم لفظ یا بہ سبب التماس حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت ہونے کی فضیلت میں داخل ہو گئے ہیں الخ (ایضاً ۲۶۶/۲۶۷) نیز فرماتے ہیں کہ :- اس تقریر سے سب پر واضح ہو گیا کہ کلام اللہ سے جو ازدواج کا اہل بیت ہونا اور حدیث سے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اور حضرات حسینؑ رضی اللہ عنہم جمعین کا اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے سب صحیح اور درست ہے اگرچہ شیعوں کی سمجھ میں نہ آتا ہو۔ الخ (ایضاً ص ۲۲۸)۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ایک شیعہ مجتہد کو جواب دے رہے ہیں اس لئے اہل بیت کے مفہوم کے سلسلہ میں ان پر الزام رکھ دیا ہے لیکن یہ بھی امر واقع ہے کہ عباسی پارٹی بھی مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف اہل بیت صرف ازواج مطہرات کو کہتے ہیں۔ اور حضرت علیؑ وغیرہ مذکورہ حضرات کو اہل بیت سے خارج کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ محمود احمد عباسی نے ان احادیث کو وضعی (من گھڑت) قرار دیا ہے جن سے ان حضرات کا بھی اہل بیت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

سیاسی اغراض کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی قرابتداروں کو اہل بیت میں شامل کرنے کے لئے حدیثیں وضع ہوئیں الخ (خلافت معاویہ ویزید عرض مؤلف طبع سوم ص ۲۵)۔

عباسی صاحب کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث کے بارے میں ان کا نظریہ بھی مسٹر غلام احمد پر دین کا سا ہے کہ جو حدیث وہ اپنے مشن کے خلاف پاتے ہیں۔ اس کو بلا تامل وضعی اور من گھڑت قرار دے دیتے ہیں۔ خواہ سائے محدثین امت اس کو صحیح قرار دے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ازالۃ الخفا کی عبارت کا مطلب بیان کرنے میں جس طرح عباسی صاحب نے مہارت دکھائی ہے (جس کی بحث پہلے گزر چکی ہے) حالانکہ حضرت شاہ صاحبؒ نے وہاں بعض قرآنی آیات کی تشریح فرما کر اس کا مصداق متعین کیا ہے اس

سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تاریخی واقعات کے نقل کرنے اور ان کے مطالب بیان کرنے میں انہوں نے کیا کچھ نہیں کیا ہوگا۔ اور اس جدید خارجی فتنہ کے اثرات سے بعض علماء بھی محفوظ نہیں رہے اور حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ کے اختلاف و نزاع میں وہ بھی محققین اہل سنت کے مسلک اعتدال سے ہٹ کر افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مصنف عالم کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عقیدت میں اتنا غلو ہو گیا ہے کہ وہ حضرت معاویہ کی طرف اجتہادِ خطا کی نسبت کرنے کو بھی برداشت نہیں کرتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

(۱) حضرت معاویہ کا یہ موقف تھا جس کی صحت میں شرعاً یا عقلاً کسی طرح کلام کی گنجائش نہیں۔ علمائے سلف ان کے موقف کو سمجھتے تھے، لیکن بعد کے سطح بین متکلمین و مؤرخین نے ان کے اس موقف کو سمجھے بغیر اسل قدم کو ان کی خطائے اجتہادی سے تعبیر کر دیا۔ اس کی شہرت اتنی ہوئی کہ بعض علمائے محققین بھی اس مغالطہ میں مبتلا ہو گئے اور اسے خطائے اجتہادی کہنے لگے حالانکہ کسی دلیل شرعی یا عقلی سے ان کی غلطی ثابت نہیں ہوتی الخ (اظہار حقیقت بحواب خلافت و ملکیت جلد دوم ص ۱۸۹)۔

(۲) یہاں اس دستوری نکتہ کی وضاحت لازم ہے جس کی طرف عام طور پر مؤرخین اور متاخرین فقہاء و متکلمین کا ذہن نہیں گیا کہ ان سب حضرات کا بیعت سے انکار خلافت مرتضوی تسلیم کرنے

سے انکار کے مترادف نہیں تھا۔ الخ (ایضاً ص ۱۸۷)۔
 (۳) محمود احمد عباسی کی طرح مصنف موصوف بھی حضرت علیؓ کی خلافت کو مستقل نہیں سمجھتے بلکہ ہنگامی اور عبوری قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ :-

ان حالات پر نظر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت اگرچہ بالکل صحیح تھی اور بے شک وہ غلیفہ برحق تھے لیکن ان کی خلافت کی نوعیت ہنگامی (EMERGENCY) خلافت کی تھی۔ جس میں پورے عالم اسلامی کے نمائندے شریک نہ تھے اور انکی اکثریت نے اپنا حق رائے دہی استعمال نہیں کیا تھا۔ اس صورت میں شرعاً و عقلاً ہر طرح لازم تھا کہ مناسب حالات پیدا ہونے کے بعد مقبول رائے عامہ کیا جاتا الخ (ایضاً ص ۱۸۷)

(۴) حضرت معاویہؓ کی رائے کو بہ نسبت حضرت علیؓ کی رائے کے زیادہ صحیح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

دونوں حضرات کی رائے اپنی اپنی جگہ صحیح تھی اور ان کے درمیان صحیحہ و غلط یا خطا و صواب کا تقابل نہ تھا۔ لیکن اگر اس وقت سے لیکر موجودہ زمانہ تک کے واقعات اور شیعی کردار سے استفسار کریں تو ان کا متفقہ جواب یہ ہوگا کہ حضرت علیؓ کی رائے صحیح ضرور تھی مگر حضرت معاویہؓ کی رائے صحیح یعنی نسبتاً زیادہ صحیح تھی :- (ص ۱۸۷)
 (۵) حقیقت یہ ہے کہ بظاہر واقعات کو دیکھنے کے بعد ہر شخص اس

نتیجہ پر پہنچ چکا کہ حضرت معاویہؓ کو معزول کرنے میں عجلت فرمانا حضرت علیؓ کی شرعی نہیں بلکہ سیاسی غلطی تھی لیکن اس سے نہ ان کی دینی عظمت میں فرق آتا ہے نہ ان کے مدبر ہونے پر کوئی حرف وہ مصمم نہ تھے اگر ان سے ایک سیاسی غلطی ہو گئی تو نہ یہ لائق تعجب ہے نہ کوئی عیب الخ (ایضاً اظہار حقیقت بحواب خلافت و ملوکیت جلد دوم ص ۱۹۳) عالم موصوف کی مندرجہ عبارت پر تبصرہ کر نیکی یہاں گنجائش نہیں ہے صرف اس لئے یہاں نقل کر دی ہیں کہ حضرات علمائے اہل سنت اس جدید غار جی فتنہ کے اثرات کا جائزہ لیں اور ان سے مسلمانان اہل سنت و جماعت کو بچانے کی کوشش کریں۔

حُسن و یرید حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسے ہیں۔ گزشتہ اوراق میں ان کی محبوبیت و عظمت کے متعلق بعض احادیث نقل کر دی گئی ہیں۔ یرید کے خلاف آپؐ نے جو اقدام کیا اس میں آپؐ حق پر تھے اور اپنے موقف پر استقامت کے نتیجے میں آپؐ کو مقام شہادت نصیب ہوا ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے ثبوت اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں مباحثہ دارالعلوم دیوبند حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے مفصل محققانہ مکتوب کا مطالعہ ضروری ہے اور امام حسینؑ اور یرید کے مسئلہ پر خود شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی کا مکتوب مکتوبات شیخ الاسلام

جلد اول میں شائع ہو چکا ہے جس میں حضرت نانوتویؒ کے طویل مکتوب کے بھی اقتباسات درج فرما دیے ہیں۔ اور حضرت نانوتویؒ کا یہ مفصل مکتوب گرامی حضرت کے مجموعہ مکاتیب قاسم العلوم میں شائع ہو چکا ہے (۲) گو محمود احمد عباسی اور اظہار حقیقت کے مصنف موصوف یزید کو صالح عادل خلیفہ تسلیم کرتے ہیں اور اس موقف کی تائید میں عباسی نے اپنی تصانیف میں مفصل بحث کی ہے۔ لیکن حضرات اکابر کا موقف ان سے بالکل جدا ہے۔ اور وہ یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں چنانچہ بطور نمونہ حسب ذیل عبارات قابل ملاحظہ ہیں :-

(۱) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں :- یزید بے دولت از زمرۃ فسق است توقف در لعنت او بنا بر اصل مقرر اہل سنت است کہ شخص معین را اگرچہ کافر باشد تجویز لعنت نہ کردہ اند مگر آنکہ بیقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر بودہ کابی لہب الجہنمی و امرأتہ نہ آنکہ او شایان لعنت نیست الخ (مکتوبات مجدد الف ثانی جلد اول ص ۲۴۲ مکتوب نمبر ۲۲۹) -

(ترجمہ) یزید بے نصیب فاسقوں کے گروہ میں شامل ہے اس پر لعنت کرنے میں توقف اہل سنت والجماعت کے ایک مقرر اصول کی بنا پر کیا جاتا ہے کہ جب تک کسی شخص کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا غامۃ کفر پر ہوا ہے مثلاً ابوالہب جہنمی اور اسکی عورت کے۔ اس وقت تک کسی معین شخص پر لعنت جائز نہیں ہے خواہ وہ کافر

ہی ہو۔ نہ اس وجہ سے توقف ہے کہ وہ لعنت کا مستحق نہیں ہے
(ایضاً جلد اول مکتوب نمبر ۲۶۶ صفحہ ۱۳)۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (جن کے متعلق شیخ التفسیر حضرت
لاہوری فرماتے ہیں کہ :

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا جامعیت
میں کوئی ہم پلہ نہیں ہے۔ علمائے کرام اور اولیائے عظام تو بڑے
بڑے گزے ہیں مگر جامعیت میں جو ان کا مرتبہ ہے وہ کسی کو حاصل
نہیں مجلس ذکر حصہ ہشتم ص ۵۱۰ مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء)۔ !

بارہ خلفاء والی پیشگوئی کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں : — وزیریدین
معاویہ خود ازیں میاں ساقط است بجمہت عدم استقرار اودت معتد بہا
وسوء سیرت او۔ واللہ اعلم (قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص ۲۴۱
ناشر حاجی فقیر محمد اینڈ سنز قصہ خوانی بازار پٹ در)۔

(ترجمہ) اور وزیریدین معاویہ ان کے درمیان سے ساقط ہے بوجہ اسکے
کہ معتد بہ مدت تک اس کی سلطنت مضبوط نہیں ہوئی اور اس وجہ
سے بھی کہ وہ بُری سیرت رکھتا تھا۔ واللہ اعلم)۔

اور وزیرید کی سلطنت کے عدم استقرار کے متعلق علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں
ولکنہ مات واہن الزیور ومن بایعه بملکہ خاسرجون عن طاعتہ
لحریتول علی جمیع بلاد المسلمین الخ منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۳۹
مطبعة مصر)۔

لیکن یزید اس حالت میں مرا کہ (حضرت) ابن الزبیرؓ اور وہ لوگ جنہوں نے مکہ میں آپ کی بیعت کی تھی یزید کی بیعت سے باہر تھے اور مسلمانوں کے تمام شہروں پر اس کی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی۔ (ب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے تحت حضرت شاہ ولی اللہ محدث یزید کو دُعاۃ الضلال (گمراہی کی طرف بلانے والوں) میں شمار کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں :-

اور گمراہی کی طرف بلانا۔ ان میں سے ملک شام میں یزید کھٹا اور عراق میں مختار وغیرہ ذلک الخ (حجۃ اللہ البالغہ مترجم اردو ص ۱۸) مولانا عبدالحق حقانی :-

(۳) محمود احمد عباسی اپنے نظریہ کی تائید میں علامہ ابن تیمیہ کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں حالانکہ علامہ مرحوم یزید کو ایک بادشاہ مانتے ہیں نہ کہ صالح خلیفہ۔ چنانچہ لکھتے ہیں :- وخیر من الحجاج بن یوسف فانه اظلم من یزید باتفاق الناس ومع هذا فيقال غاية یزید وامثاله من الملوک ان یكونوا فساقاً فلیخۃ الفاسق المعین لیست ماموراً بها (منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۵) یعنی یزید حجاج بن یوسف سے بہتر ہے کیونکہ وہ یزید سے زیادہ ظالم ہے اور اس پر سب لوگوں کا اتفاق ہے۔ علاوہ ازیں یہ کہا جائے گا کہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یزید اور اس کی مثل دوسرے بادشاہ فاسق تھے۔ لیکن معین فاسق پر لعنت کرنیکا شریعت نے

حکم نہیں دیا الخ حجاج کو مزید سے زیادہ ظالم کہنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ گو مزید بھی ظالم تھا لیکن حجاج اس سے زیادہ تھا۔

(ب) اور حجاج کے متعلق علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :- وكان المحسن البصري يقول ان الحجاج عذاب الله فلا تدفعوا عذاب الله بايديكم ولكن عليكم بالاستكانة والتضرع (ایضاً ص ۲۲۱) اور امام حسن بصری فرمایا کرتے تھے کہ حجاج تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اس لئے تم اس کو اپنے ہاتھوں کے ذریعہ نہ ہٹاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عاجزی اور زاری کے ذریعہ اس عذاب کو ہٹاؤ۔

(ج) علامہ ابن تیمیہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید مانتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ :- واما مقتل الحسين رضي الله عنه فلا ريب انه قتل مظلوماً شهيداً كما قتل اشباهه من المظلومين الشهداء وقتل الحسين معصية لله ورسوله ممن قتله أو أعان على قتله أو رضی بذلك وهو مصيبة أصيب بها المسلمون من أهله وغير أهله وهو في حقه شهادة له ورفعه درجة وعلو منزلة الخ (ایضاً جلد دوم ص ۲۲۲)۔ یعنی حضرت حسینؑ بلا شک شہید ہیں جو ظلماً قتل کئے گئے ہیں جیسا کہ آپ کی طرح دوسرے مظلوم شہداء قتل کئے گئے ہیں اور حضرت حسینؑ کو قتل کرنے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پائی جاتی ہے ان لوگوں کی طرف سے جنہوں نے آپ کو قتل

کیا ہے یا آپ کے قتل پر اعانت کی ہے ان کے قتل پر راضی ہوئے ہیں۔ اور یہ ایک مصیبت ہے جو تمام مسلمانوں کو پہنچی ہے خواہ آپ کے گھر والے ہوں یا دوسرے۔ اور وہ آپ کے حق میں ایک شہادت اور درجہ اور مرتبہ کی بلندی ہے الخ۔

(۵) نیز علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :- والحسن والحسين من اعظم اهل بيته اختصاصاً به كما ثبت في الصحيح انه اُدار كساءه علي بن ابي طالب وفاطمة وحسن وحسين ثم قال اللهم هؤلاء اهل بيتي فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيراً (ایضاً صفحہ ۲۵)۔ یعنی حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے زیادہ عظمت والے اور حضورؐ کے ساتھ خصوصیت رکھنے والے ہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے اپنی چادر حضرت علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ پر لپیٹی اور فرمایا اے اللہ۔ یہ میرے اہل بیت ہیں پس تو ان سے رجس (پلیدی) دُور کر دے اور ان کو بہت زیادہ پاک کر دے۔ یہ وہی اللہم هؤلاء اهل بيتي والی حدیث ہے جس کو علامہ ابن تیمیہؒ صحیح کہتے ہیں اور محمداحمد عباسی اسکو وضعی (من گھڑت) قرار دیتے ہیں۔

(۴) حضرت بھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :- یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہؓ نے جائز سمجھا حضرت امامؑ نے ناجائز سمجھا اور اکراہ میں انعقاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا

اور تمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادتِ غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ہم اسی بنائے مظلومیت پر ان کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس قتال میں معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقاید کیوں کر اتنا کفاحِ خصوص جبکہ حضرت امام آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی۔ چنانچہ امام حسینؑ کے قتل کی بنا ہی تھی۔ اور مسلط کی اطاعت کا جواب الگ بات ہے۔ مگر مسلط ہونا کیا جائز ہے خصوص نا اہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا پھر اہل حل و عقد کسی اہل کو خلیفہ بنا لیتے۔ (امداد الفتاویٰ جلد ۲ ص ۶۵)۔

(۵) شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں:-

خلاصہ کلام یہ کہ مورخین میں سے ان لوگوں کا قول کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ حیات میں یزید معلن بالفسق تھا اور ان کو اس کی خبر تھی اور پھر انہوں نے اس کو نامزد کیا بالکل غلط ہے ہاں ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت میں خفیہ طور پر فسق و فجور میں مبتلا ہو مگر ان کو اس کے فسق و فجور کی اطلاع نہ ہو۔ ان کی وفات کے بعد وہ کھیل کھیل اور جو کچھ نہ ہونا چاہیے تھا کر بیٹھا۔ (مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۲۸۵)۔

(ب) نیز فرماتے ہیں:- علاوہ ازیں فاسق ہونے کے بعد خلیفہ معزول

ہو جاتا ہے یا نہیں۔ یہ مسئلہ اس وقت تک مجمع علیہ نہیں ہوا
 تھا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کی رائے یہ
 تھی کہ وہ معزول ہو گیا اور اسی بنا پر اصلاح امت کی غرض سے
 انہوں نے جہاد کا ارادہ فرمایا۔ پھر باوجود اس کے خلع کا مسئلہ تو آج
 بھی متفق علیہ ہے۔ یعنی اگر خلیفہ نے ارتکاب فسق کیا تو اصحاب
 قدرت پر اس کو عزل کر دینا اور کسی عادل متقی کو خلیفہ کرنا لازم
 ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے عزل اور خلع سے مفاسد مصالح سے
 نائد نہ ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع کی
 رائے میں مفاسد زیادہ نظر آئے وہ اپنی بیعت پر قائم رہے۔ اور
 اہل مدینہ نے عموماً بعد از بیعت اور واپسی و قذا از شام ایسا محسوس
 نہیں کیا اور سبھوں نے خلع کہا جس کی بنا پر وہ قیامت خیز واقعہ
 حرہ نمودار ہوا جس سے مدینہ منورہ اور مسجد نبوی اور حرم محترم کی
 انتہائی بے حرمتی اور تذلیل ہوئی۔ کیا مقتولین حرہ کو شہید نہیں
 کہا جائیگا الخ (ایضاً مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۸۶)۔

(۶) امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ایک
 عالم ربانی ہیں جو اپنے دور میں سنی شیعہ نزاعی مسائل کی تحقیق میں
 ایک خاص بصیرت اور اجتہادی شان رکھتے ہیں۔ اور آپ کی تصانیف
 صدیوں تک ان مسائل میں اہل سنت والجماعت کی رہنمائی کرتی
 رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ مولانا موصوف نے ایک کتاب تہذیب الجنان

کا ترجمہ بنام تنویر الایمان لکھا ہے۔ تطہیر الجنان کے مصنف علامہ ابن حجر مکی شافعی متوفی ۹۹۰ھ یا بقول بعض ۹۷۵ھ ہیں۔ امام اہل سنت اپنے ترجمہ تنویر الایمان کے دیباچہ میں لکھتے ہیں :-

اما بعد واضح ہو کہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تطہیر الجنان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ایک مشہور اور بے نظیر کتاب ہے اور اس کتاب کی ضرورت ہندوستان میں اسی سے ظاہر ہے کہ ہندوستان کے بادشاہ ہمایوں کی درخواست پر یہ کتاب تالیف ہوئی۔ تطہیر الجنان میں ایک جگہ لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن حزم انصاریؓ سے فرمایا تھا کہ :-

خلافت کے لئے میرے اور دوسرے صحابہ کے سوا اور کوئی باقی نہیں ہا اور میرا بیٹا ان کے بیٹوں سے زیادہ مستحق ہے ؟ (تنویر الایمان ترجمہ تطہیر الجنان ص ۱۱) اس روایت کے حاشیہ پر امام اہل سنت نے یہ لکھا ہے کہ :- استحقاق کی یہ وجہ نہ تھی کہ خلیفہ کا بیٹا خلافت کا حقدار ہے ورنہ خلفائے راشدین کی اولاد خلافت کی مستحق ہوتی بلکہ یہ وجہ تھی کہ محبت پدری کے باعث حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مزید کے خیر باطن معلوم کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اور وہ ۳۱ھ کو صالح اور منین سمجھتے رہے۔“

(ب) نیز امام اہل سنت مولانا لکھنویؒ اپنی کتاب ابوالائمہ یعنی حضرت علی المرتضیٰ کی مقدس تعلیمات ص ۲۳ پر لکھتے ہیں :-

حضرت علیؑ کے فرزند حضرت حسینؑ کا واقعہ کربلا سبق لینے کے لئے کافی ہے کہ ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کو کٹوا دیا اور خود بھی بہانہ دے دی۔ بھلا جس کے بیٹے کی استقامت اور حمیت کا یہ حال ہو اس کے باپ کی نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اس نے بخون جان یا بطنع دنیا، طالبوں فاصبوں کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ عاثر و کلا۔

عباسی صاحب اور ان کی پادری
یزید کی حمایت میں صحیح بخاری

جہاد قسطنطنیہ کی پیشگوئی

کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اول جیش من اُمتی بغز وں مدینۃ قیصر مغفور لہم
(بخاری کتاب الجہاد) :- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت
کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (یعنی قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گا ان کے
لئے مغفرت ہے۔

عباسی صاحب اس حدیث کے تحت قسطلانی شرح بخاری کی یہ عبارت
پیش کرتے ہیں :- کان اول من غزا مدینۃ قیصر یزید بن
معاویۃ ومعہ جماعة من سادات الصحابة کا بن عمر و
ابن عباس و ابن الزبیر و ابی ایوب الانصاری۔ (حاشیہ صحیح
بخاری)۔ (ترجمہ) مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر سب سے اول جہاد
یزید بن معاویہ نے کیا اور ان کے ساتھ سادات صحابہ مثل ابن عمر

و ابن عباسؓ و ابن الزبیرؓ اور ابو الیوب انصاری کی ایک جماعت تھی (خلافت معاویہؓ و یزید ص ۲۹ طبع سوم دسمبر ۱۹۶۰ء) اس کے بعد لکھتے ہیں کہ: علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث حضرت معاویہؓ اور ان کے فرزند امیر یزید کی منقبت میں ہے۔ ساتھ ہی المہلب کا یہ قول نقل کیا ہے۔ قال المہلب فی هذا الحدیث منقبة لمعاویة لانه اول من غزا البحر ومنقبة لولده لانه اول من غزا مدینة قیصر (عاشیہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱)۔ (ترجمہ) "اس حدیث کے بارے میں (محدث) المہلب نے فرمایا کہ یہ حدیث منقبت میں ہے (حضرت معاویہؓ کے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کیا" (خلافت معاویہؓ و یزید ص ۱۲)۔

یہاں پر بھی عباسی صاحب نے اپنی روایتی مہارت کا ثبوت دیا ہے کہ محدث المہلب کا قول تو نقل کر دیا لیکن اس قول کی تردید میں متصلاً ہی جو عبارت ان شارحین حدیث نے لکھی ہے اس کو ترک کر دیا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر المہلب کے قول کے بعد لکھتے ہیں: وتعقبه ابن التین و ابن المنیر بما حاصلہ انه لا یلزم من دخوله فی ذلك العموم ان لا یخرج بدلیل خاص اذ لا یختلف اهل العلم ان قوله صلی اللہ علیہ وسلم مغفور لهم مشروط بان یکونوا من اهل المغفرة حتی لو ارتد

احدُ من غزاهَا بعد ذلك لم يدخل في ذلك العموم
 اتفاقاً فدل على ان المراد مغفور لمن وجد شرطاً لمغفرة
 فيه انتهى۔ (ترجمہ) المہلب کا تعاقب کیا ہے ابن التین اور
 ابن النیر نے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید کی اس پیشگوئی کے عموم میں
 داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور خاص دلیل کی بنا پر
 اس سے خارج نہیں ہو سکتا کیونکہ اہل علم میں سے کوئی بھی اس میں اختلاف
 نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جہاد قسطنطنیہ
 میں شامل ہونے والے سب افراد بخش دئے گئے ہیں۔ اس شرط کے
 ساتھ مشروط ہے کہ وہ مغفرت کے اہل ہوں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس
 کے بعد ان میں سے مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت میں
 داخل نہیں رہے گا۔ لہذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مغفور ^{لہم} یعنی
 ان کے بخش دیئے جانے سے مراد وہی لوگ ہیں جن میں مغفرت کی یہ شرط
 پائی جائے۔ قسطلانی شرح بخاری اور عمدة القاری المعروف بہ عینی
 شرح بخاری میں بھی یہی جواب لکھا ہے اگر عباسی صاحب فتح الباری
 کی پوری عبارت لکھ دیتے تو کتاب پڑھنے والوں کے سامنے المہلب
 محدث کے استدلال کا جواب بھی آجاتا۔

(۲) وہ دلیل خاص کیا ہے جس کی وجہ سے محدثین نے قسطنطنیہ
 والی بشارت سے یزید کو خارج قرار دیا ہے۔ سو بخاری شریف میں یہی
 ہے۔ قال ابو ثورقة سمعت الصادق المصدوق صلی اللہ

علیہ وسلم ہلکۃ اُمتی علی ابیدی غلیمۃ من قریش (بخاری
 کتاب الفتن) یعنی حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ میں نے صادق و صدق
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند
 قریشی لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی غلیمۃ کے لفظ
 کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ قلت وقد یطلق الصبی
 والغلیم بالتصغیر علی الضعیف العقل والتدبیر والذین ولو
 کان محتالاً وهو المراد هنا (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۷)۔ (ترجمہ)
 میں کہتا ہوں کہ صبی اور غلیم (چھوٹا لڑکا) کا لفظ تصغیر کے ساتھ
 کبھی ضعیف العقل۔ ضعیف التدبیر اور ضعیف الذین پر بھی بولا جاتا
 ہے اگرچہ وہ جوان بھی ہو اور یہاں روایت میں یہی مراد ہے۔ یعنی
 وہ عقل۔ تدبیر اور دین کے اعتبار سے کمزور ہوں گے۔ اور فتح البای
 میں ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت درج ہے۔ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اعوذ باللہ من امارۃ الصبیان
 قالوا وما امارۃ الصبیان قال ان اطعمتموہم ہلکم ای فی
 دینکم وان عصیتموہم اہلکو کم ای فی دنیا کم باذہاق
 النفس او باذہاب المال او بہما۔ (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۷)
 کتاب الفتن)۔ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 میں لڑکوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ صحابہؓ نے عرض
 کیا کہ لڑکوں کی حکومت کیا ہے۔ تو فرمایا کہ اگر تم ان کی اطاعت

کرو گے تو ہلاک ہو گے۔ یعنی دین کے بارے میں اور اگر تم ان کا کم
 نہ مانو گے تو وہ تمہیں ہلاک کر ڈالینگے یعنی تمہاری دنیا کے بارے
 میں جان بکریا مال چھین کر باجان و مال دونوں لیکر۔ نیز فتح الباری
 جلد ۱۳ میں ہی ہے۔ و فی روایۃ ابن ابی شیبۃ ان ابابھرۃ کان
 یسشی فی الأسواق ویقول اللہم لا تُدرِکنی سنۃ سِتِّین ولا
 امارۃ الصبیان۔ (ترجمہ) اور ابن ابی شیبہ کی ایک روایت
 میں ہے کہ حضرت ابوہریرۃ بازاروں میں چلتے پھرتے فرماتے تھے کہ
 اے اللہ ساٹھ ہجری کا زمانہ مجھ پہ نہ گزے اور نہ لڑکوں کی حکومت
 (امارۃ الصبیان) مجھے پائے؟ اور البدایہ والنہایہ جلد ۸ میں حافظ
 ابن کثیر محدث نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت
 نقل کی ہے کہ:- سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
 یکون خلف من بعد ستین سنۃ أضعوا الصلوۃ واتبعوا
 الشهوات فسوف یلقون غیاً۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میں
 نے یہ ارشاد سنا ہے کہ ستھ کے بعد ایسے خلف ہوں گے جو نمازوں
 کو ضائع کریں گے تو ایسے لوگ عنقریب جہنم کی وادی میں ڈال دیے جائیں گے
 اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ان دونوں روایتوں کی
 مراد بتلاتے ہوئے لکھا ہے کہ:- و فی هذا إشارة الی ان اول
 الغیلۃ کان فی سنۃ ستین یزید وهو كذلك فان یزید
 بن معاویۃ استخلف فیہا وبقی الی سنۃ اربع و ستین

فیات۔ اور اس میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ ان نوجوان
 لڑکوں میں پہلا نوجوان لڑکا سنہ ۳۰۰ھ میں یزید تھا اور وہ ایسا ہی تھا
 کیونکہ یزید بن معاویہ ہی اس سن میں خلیفہ بنایا گیا تھا اور وہ
 سنہ ۶۴ھ تک باقی رہا اس کے بعد فوت ہو گیا (فتح الباری جلد ۱۲
 ص ۵) اور علامہ عینی نے بھی امارۃ البسیان والی حدیث کی شرح
 میں لکھا ہے :- واولہم یزید علیہ ما یستحق وکان غالباً
 ینزع الشیوخ من امارۃ البلدان الکبار ویولیہا الاصغیر
 من اقاربہ (عمدة القاری شرح البخاری جلد ۱۱)۔ (ترجمہ)
 "اور ان لڑکوں میں سے پہلا یزید ہے اس پر وہی پڑے جس
 کا وہ حقدار ہے۔ وہ اکثر بڑوں کو بڑے بڑے شہروں کی امارت
 سے ہٹا کر اپنے اقارب میں سے چھوٹوں کو یہ امارت کے عہدے
 دے دیتا تھا۔"

خلاصہ یہ کہ دوسری احادیث کا مصداق یزید بنتا ہے جن سے اس
 کی مذمت پائی جاتی ہے اس لئے محدثین نے قسطنطنیہ والی بشارت
 کی حدیث سے یزید کو خارج کر دیا ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ مندرجہ
 بشارت والی حدیث اسی بخاری شریف میں ہے جو حضرت شاہ
 ولی اللہ محدث دہلویؒ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور
 حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ مدت العمر پڑھاتے رہے
 ہیں اور اس کی سند طلبہ کو دیتے رہے ہیں لیکن باوجود اس کے

یہ حضرات یزید کو فاسق قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اس قسطنطنیہ کے لشکر میں حضرت عبداللہ بن الزبیر بھی تھے اور بعض روایات کے مطابق حضرت امام حسینؑ بھی تھے لیکن باوجود اس کے یہ حضرات یزید کے مخالف نہیں ہیں۔ اگر وہ بھی مندرجہ بشارت کا مصداق یزید کو سمجھتے تو اسکی مخالفت کیوں کرتے اس سے ثابت ہوا کہ صحیح بخاری کی حدیث کی مندرجہ بشارت ینید کے بارے میں نص نہیں ہے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب کھاناوی بھی فرماتے ہیں کہ :-

اسی طرح اس کو (یعنی یزید کو) یقیناً مغفور کہنا بھی زیادتی ہے کیونکہ اس میں بھی کوئی نص صریح نہیں۔ رہا استدلال حدیث مذکور سے وہ بالکل ضعیف ہے کیونکہ وہ مشروط ہے شرط وفات علی الایمان کے ساتھ اور وہ امر مجہول ہے چنانچہ قسطلانی میں بعد نقل قول ہتلب کے لکھا ہے۔ وتعقبہ ابن التین وابن المنیر (امداد الفتاویٰ جلد پنجم ص ۱۳۶)

حدیث بشارت کے الفاظ مغفوراً لہم سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس لشکر کی ہمیشہ کے لئے مغفرت ہوگئی ہے کیونکہ اس میں کوئی قرینہ ایسا نہیں ہے جس سے دوام سمجھا جائے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس لشکر میں شامل ہونے والوں کے پہلے گناہ بخش دیئے گئے ہیں اور آئندہ جو

ایک غلط فہمی کا ازالہ

کچھ وہ کریں گے اس کا معاملہ جدا ہے۔ برعکس اسکے اصحاب بدر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشارت دی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ اِغْمَلُوا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ (اب تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے) اس میں اِغْمَلُوا مَا شِئْتُمْ اس بات کا قرینہ ہے کہ اصحاب بدر کی ہمیشہ کے لئے مغفرت ہو گئی ہے۔ اور اس سے یہ شبہ نہ ہو کہ خواہ وہ گناہ بھی کرتے رہیں کیونکہ جن کے لئے ابدی مغفرت کا وعدہ فرما دیا ہے ان سے ایسے فعل کا وعدہ ورنہ ہی نہیں ہوگا جو مغفرت کے منافی ہو۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح قرآن مجید میں اہل جنت کے لئے یہ فرمایا گیا ہے۔ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُ اَنْفُسُكُمْ (اور تمہارے لئے جنت میں وہ سب کچھ ہوگا جو تمہاری نفس چاہیں گے) اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ اگر وہ گناہ کا ارتکاب چاہیں تو ان کو اس کی اجازت ہوگی کیونکہ جنت میں اہل جنت گناہ کی خواہش کر ہی نہیں سکیں گے۔

(۲) قرآن مجید میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کیلئے جو رضی اللہ عنہم ورضوانہ فرمایا گیا ہے اور سورۃ الفتح میں صحابہ بیعت رضوان کے لئے جو اعلان فرمایا ہے۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مومنین سے راضی ہو گیا جو ایک درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے) تو اس سے کسی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ ان اصحاب کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی

صرف اس وقت تک کے لئے متقی لیکن اس کے بعد کا معاملہ جدا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ راضی ہونے کا اعلان بندہ کے آئندہ کے حالات و اعمال کے پیش نظر کرتے ہیں۔ ورنہ اگر آئندہ چل کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف افعال کا ارتکاب کرنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان سے رضا ہونے کا پہلے اعلان نہ فرماتے۔ بہر حال اعلان رضا اور وعدہ مغفرت میں بڑا فرق ہے۔ یہاں امام حسینؑ اور یزید کی بحث میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ اکابر محققین اہل سنت کا مسلک مختصراً بیان کر دیا ہے تاکہ ناواقف سنی مسلمان ہمدید خارجیت کے اثرات سے محفوظ رہ سکیں واللہ الباقی۔

حضرت لاہوری اور سیاسی تحریکات

دراشت نبوی کے تحت دین و شریعت کی تبلیغ کی ہے وہاں دین و شریعت کے تحفظ و استحکام۔ غلبہ اور عروج کے لئے کفر و باطل کی طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما بھی ہے۔ انگریزی استبداد کے خلاف ۱۸۵۷ء کی جنگ حریت جس میں اکابر دیوبند نے مجاہدانہ اور سرفروشانہ حصہ لیا تھا ہمیشہ تالیخ مہند کی زینت رہیگی اس کے بعد شیخ الہند حضرت مولانا محمد الحسن صاحب اسیر مالٹا قتل سرفہ اور آپ کے رفقاء و تلامذہ نے فرنگی کافرانہ اقتدار کو مٹانے کیلئے جو قربانیاں دی ہیں ہمیشہ صفحات تاریخ پر یادگار رہیں گی۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
 بھی انہی علمائے حق کی ایک یادگار ہیں جو ظالمانہ اقتدار کے خلاف نبرد آرا
 رہے ہیں۔ دارالعلوم کے تاریخی اسلامی عظیم مرکز سے حضرت رحمۃ اللہ
 علیہ کو جو فیضان نصیب ہوا وہ جامعیت کے ساتھ آپ کی مبارک حیات
 میں پھیلا ہوا ہے۔ دہلی سے لا کر لاہور میں نظر بند کر دینا اور پھر لاہور
 ہی کو مرکز بنا کر چالیس سال سے زائد عرصہ تک دین و شریعت کا علمبردار
 بننا یہ حضرت کی ان خصوصیات میں سے ہے جس کی وجہ سے آپ کی
 شخصیت مینار علم و عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ اس مقالہ میں
 حضرت شیخ التفسیرؒ کے عقائد و نظریات۔ حالات و کمالات کا بیان مقصود
 ہے اس لئے حضرت لاہوری کے اسلاف کرام نے متحدہ ہندوستان میں
 اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمت و حفاظت کیلئے جو قربانیاں دی ہیں
 ان پر مفصل تبصرہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ان تفصیلات کے لئے
 سیرت سید احمد شہید اور علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ اور علمائے حق
 اور انکے مجاہدانہ کارنامے، مؤلفہ حضرت مولانا محمد میاں صاحب آبادی
 رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

۱۹۱۲ء کی جنگ

عظیم کے بعد نومبر

۱۹۱۹ء میں جمعیت علمائے ہند قائم کی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت مولانا

جمعیت علمائے ہند اور حضرت لاہوریؒ

۱۹۱۹ء میں جمعیت علمائے ہند قائم کی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت مولانا

محمد میاں صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ مصنف علمائے ہند کا شاندار ماضی نے قیام جمعیت العلماء کے وجوہ اور حالات کے تحت جمعیت کی روئداد کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ :- ۲۲ نومبر ۱۹۱۲ء کو جب دہلی میں خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس اس غرض سے منعقد کیا گیا تھا کہ اتحادیوں سے عموماً اور حکومت برطانیہ سے خصوصاً ان وعدوں کے ایفاء کا مطالبہ کیا جائے جو مسلمانوں سے جنگ عمومی کے وقت کئے گئے تھے تو خلافت کے اس جلسہ میں علماء نے اس امر کی ضرورت محسوس کی کہ انہیں ایک رابطہ میں منسلک کیا جائے جن کی اجتماعی قوت کو ۱۸۵۷ء کے انقلاب نے بالکل منتشر کر دیا تھا۔ ہندوستان کی سیاست محض خوشامد -

چاپلوسی اور اظہار وفاداری پر محدود ہو چکی تھی۔ گویا کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا سیاستدان وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو حکومت مسلط کا سب سے بڑا وفادار ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ علمائے مذہب جو طبعا خوشامدانہ چاپلوسی سے متنفر ہیں اور بڑے بڑے جابر بادشاہوں کے مقابلہ میں اعلائے کلمۃ الحق کے عادی رہے ہیں اس سیاست سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو گئے تھے نیز ۱۸۵۷ء میں علمائے حق کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک کیا گیا تھا اور جس بیدردی کے ساتھ علمائے ہند کو پھانسی اور جلا وطنی کی وحشیانہ سزائیں دی گئی تھیں اس کا مقتضائے قدرتا یہ ہوتا تھا کہ علماء کو مجبوراً گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرنی پڑی۔ چونکہ مسلمانوں کی سیاست نے ۱۹۱۷ء میں پھر ملٹا کھایا اور خوشامد متعلق

کی پالیسی تبدیل ہوئی تو علمائے امت نے دوبارہ سیاسی میدان میں قدم رکھا اور جمعیت علمائے ہند کو قائم کیا گیا۔ (جمعیتہ علماء ہند کیا ہے حقہ اول ص ۹ حاشیہ)۔

جمعیت علماء ہند کا اصلی مقصد اسلام اور مسلمانوں کا تحفظ اور دین خداوندی کے نظام حق کا نفاذ تھا۔ چنانچہ جمعیت علمائے ہند کے دستور العمل میں دفعہ ۲ کے تحت یہ لکھا گیا تھا کہ:۔ مذہبی نقطہ نظر سے اہل اسلام کی سیاسی اور غیر سیاسی امور میں رہنمائی کرنا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(الف) اسلام۔ مرکز اسلام (جزیرۃ الاسلام) مستقر خلافت)۔
 شعائر اسلام۔ اسلامی قومیت کو ضرر پہنچانے والے اثرات کی شرعی حیثیت سے مداخلت کرنا۔

(ب) مشترکہ مذہبی حقوق کی تحصیل و حفاظت اور مشترکہ مذہبی وطنی ضروریات کو حاصل کرنا۔

(ج) علماء کو ایک مرکز پر جمع کرنا۔

(د) مسلمانوں کی تنظیم اور اخلاقی و معاشرتی اصلاح۔

(ه) غیر مسلم برادران وطن کے ساتھ ہمدردی اور اتفاق کے تعلقات

اس حد تک قائم رکھنا جہاں تک شریعت اسلامیہ نے اجازت دی ہو

(و) شرعی نصب العین کے موافق مذہب و وطن کی آزادی۔

(ز) شرعی ضرورتوں کے لحاظ سے محاکم شرعیہ کا قیام۔

(ح) اندرون ہندوستان اور بیرون ممالک میں تبلیغ اسلام کرنا۔
 (ط) بیرون ممالک کے مسلمانوں سے اسلامی اخوت و اتحاد کے روابط قائم رکھنا اور مستحکم کرنا۔ (جمعیت العلماء کیا ہے۔ حصہ اول حاشیہ)
 چونکہ انگریز اس زمانہ میں سب سے بڑی طاقت رکھتا تھا اور اپنی عیاری اور متکاری سے مسلمانوں کی تقریباً آٹھ سو سالہ حکومت کو ختم کر کے اس نے اپنا استبدادی پنجہ ہندوستان میں گاڑ رکھا تھا اور انگریز اسلام کا سخت ترین دشمن تھا اس لئے زبردست دشمن سے ہندوستان کو آزاد کرانے کے لئے جمعیت علمائے ہند نے بے نظیر قربانیاں دیں اور چونکہ انگریز کی غلامی میں ہندوستان کی ساری قومیں مبتلا تھیں اور انگریزی تسلط سے نجات حاصل کرنا اور اپنے ملک کو آزاد کرنا سب اہل ہند کا مشترکہ مقصد تھا۔ اس لئے اس خاص مقصد یعنی آزادی ہند کے لئے جمعیت علماء ہند نے ہندوؤں اور دوسری غیر مسلم قوموں سے اسی ہمت و اشتراک جائز رکھا جس سے دین و شریعت کے اصول کو نقصان نہ پہنچے۔
 جیسا کہ جمعیت کے دستور العمل کی مندرجہ دفعات میں اس کی تصریح موجود ہے۔ جمعیت العلماء خود مستقل جماعت تھی اور اس کے اغراض و مقاصد بھی سب اسلامی اصول و عقائد کے ماتحت تھے کانگریس سے جمعیت کا اشتراک صرف انگریزی اقتدار کے خاتمہ کے لئے تھا اور یہی وجہ ہے کہ جب کبھی کانگریس نے کوئی ایسی قرارداد

پاس کی یا کوئی ایسا طرز عمل اختیار کیا جو مقاصد اسلام کے خلاف تھا تو جمعیت علمائے ہند نے بلا خوف و لومۃ لائم اس کی مخالفت کی جس کی تفصیلات جمعیت العلماء کیا ہے؟ حصہ اول و حصہ دوم وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

جمعیت علمائے ہند کی شرعی قرار دادیں

جمعیت علمائے ہند علمائے حق

کی وہ عظیم تنظیم تھی جس کی تبلیغ - تعلیم - تنظیم اور ایثار و قربانی محض رضائے الہی کے حصول کی خاطر تھی اور جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزانہ ارشادات ما انا علیہ و اصحابی اور عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمُهَدِیِّیْنَ کی اتباع میں بلا خوف و لومۃ لائم جدوجہد کرتی رہی ہے۔ بطور نمونہ حسب ذیل قرار داد سے جمعیت علمائے ہند کے موقف حق کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

(۱) انگریز گورنمنٹ کی وفاداری اور اطاعت میں مرزا غلام احمد قادیانی دجال کی نبوت کا ذبہ کی تحریک اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے بہت خطرناک تحریک تھی جس کے انداد کے لئے جمعیت علمائے ہند نے ایک سب کمیٹی قائم کی جس نے ۶ نومبر ۱۹۲۳ء کو بمقام دہلی یہ قرار داد پاس کی کہ:-

انداد فتنہ قادیانی کی کمیٹی کا یہ جملہ خاص تجویز کرتا ہے کہ قادیانی جماعت اور لاہوری احمدی جماعت دونوں کا فتنہ اسلام

کے لئے ایک ہی نوعیت رکھتا ہے اور دونوں کے عقائد اسلام کے منافی ہیں۔ ان کے متعلق ایک فتویٰ احکام شرعیہ کی پوری تصریح کے ساتھ مرتب کیا جائے اور جمعیت علمائے ہند کے آئندہ سالانہ اجلاس میں پیش کیا جائے۔ فتویٰ مرتب کرنے کے لئے حضرات ذیل نامزد کئے جائیں :- مولانا محمد انور شاہ صاحب، مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب (جمعیت العلماء برکیا ہے حصہ دوم ص ۶۶)۔

(۲) آریوں نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے جو شدھی کی کافرانہ تحریک چلائی تھی اس کے خلاف جمعیت علمائے ہند نے یہ تجویز پاس کی کہ :- جمعیت انتظامیہ کا یہ اجلاس آریوں کی تحریک شدھی اور اس کے عملی نظام کو اسلام اور اسلامی قومیت کے خلاف ایک سخت ترین سیکنج حملہ سمجھتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ مصیبت نہیں ہو سکتی کہ ایک کلمہ گو مسلمان کے سینے سے توحید و رسالت کا نور نکال کر کفر و شرک کی ظلمت بھری جائے پس مسلمانوں کے لئے تحریک ارتداد سے زیادہ کوئی چیز قابل نفرت نہیں ہو سکتی اس لئے ان کا حتمی فرض ہے کہ وہ اس کی مداخلت میں اپنے تمام جانی و مالی ذرائع قربان کر دیں کیونکہ اس وقت کی ذرا سی غفلت بمبئی مندوستان میں اسلام اور اسلامی قومیت کے لئے ستم قاتل ہوگی الخ (جمعیت العلماء برکیا ہے حصہ دوم ص ۶۶ مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۲۳ء)۔

(۳) خلافت اسلامیہ کی مرکزیت اور اس کے بقا و استحکام کے لئے یہ قرار داد پاس کی گئی کہ ۱۔ جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ حکومت ترکیہ کے انعائے خلافت کے بعد سے اب تک منصب خلافت افسوسناک طریقہ پر خالی ہے۔ مسلمانان عالم کی خواہش ہے کہ حکومت ترکیہ خلافت اسلامیہ کا مرکز رہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں حکومت ترکیہ ہی اس کے لئے موزوں ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت ترکیہ خلافت اسلامیہ کا قوانین شرعیہ کے موافق ترکی میں منصب خلافت قائم کرے گی یا عہدہ جہویہ کے لئے حسب قوانین شرعیہ خلافت کا اعلان کریگی الخ (ایضاً ص ۱۱) اجلاس بمقام مراد آباد مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۲۵ء -

(۴) حجاز میں سعودی حکومت قائم ہوگئی تو اس کی رہنمائی کے لئے جمعیت علمائے ہند نے حسب ذیل قرار داد پاس کی (اجلاس کلکتہ بعد از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۲۶ء) : حکومت حجاز کے متعلق جمعیت علمائے ہند کا مطلع نظر یہ ہے کہ چونکہ حجاز مقدس مرکز اسلام ہے اور اس کے ساتھ تمام عالم اسلامی کا تعلق ہے اور تمام اسلامی طاقتوں کے ذمہ اس مرکز اسلام کی حفاظت مذہبی فریضہ ہے ان وجوہ کے لحاظ سے ضروری ہے کہ :-

(الف) حجاز کی حکومت اسلامی اصول کے موافق اور خلافت راشدہ کے نمونہ پر ہو۔ جس میں استبداد اور کسی خانہ ان اور نسل کی تخصیص اور

وراثت کا اعتبار نہ ہو۔ اور ہر قسم کے اثر و نفوذ سے پاک ہوا (الغرض)۔
(ایضاً ص ۱۱۶)۔

(۵) قضیہ فلسطین کے سلسلہ میں حسب ذیل قرارداد (بمقام دفتر جمعیت علمائے ہند دہلی مورخہ ۳ اگست ۱۹۳۸ء) منظور کی گئی :-
جمعیت علماء کا یہ جلسہ فلسطین کے جگر خراش اور روح فرسا واقعات اور برطانوی مظالم کو سخت غم و غصہ کی نظر سے دیکھتا ہے اور قبلہ اول کی حفاظت اور مسلمانان فلسطین کی امداد و اعانت کے سلسلہ میں مجلس تحفظ فلسطین نے جو حسب ذیل تجویز پاس کی ہے جمعیت عاملہ کا یہ اجلاس اس کی تصدیق و توثیق کرتا ہے اور تجویز کرتا ہے کہ جمعیت علمائے ہند اپنے تمام ذرائع اس تجویز کو کامیاب بنانے میں بڑے کاروائے اور جمعیت کی صوبہ دار شاخوں اور تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس مقدس اور مذہبی فریضہ کی ادائیگی میں پورے جوش اور انہماک کے ساتھ قربانی کے لئے کھڑے ہو جائیں۔

مجلس تحفظ فلسطین کا یہ جلسہ
فلسطین کے جگر خراش اور

تجویز مجلس تحفظ فلسطین

روح فرسا واقعات کے پیش نظر مسلمانان ہند پر قبلہ اول کی آزادی اور مسلمان بھائیوں کی نصرت و اعانت کا جو فریضہ عائد ہو رہا ہے اس کی ادائیگی کے لئے تجویز کرتا ہے کہ سول نافرمانی کی جائے۔ سول نافرمانی کی تیاری کے لئے تمام ہندوستان میں فوراً جلسے شروع کر دیے

جائیں۔ فلسطین کمیٹیاں قائم کی جائیں۔ رضا کار بھرتی کئے جائیں اور ان کی مضبوط اور منظم جماعتیں بنائی جائیں اور پوری تیاری کے ساتھ سول نافرمانی کے لئے مستعدی پیدا کی جائے الخ (ایضاً صفحہ ۲۱)

(۶) تحفظ عظمت صحابہ کے سلسلہ میں جمعیت علمائے ہند نے حسبِ یل قرار داد بمقام مراد آباد مورخہ ۲۷-۲۸-۲۹ مئی پاس کی۔ جمعیت علمائے ہند کی مجلس مرکزیہ کا یہ اجلاس لکھنؤ میں شیعوں کی طرف سے تبرائجی ٹیشن کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اس خلاف آئین و انسانیت حرکت کو ملک کے امن کے لئے خطرہ عظیم سمجھتا ہے۔ تبرائجی کسی حالت میں کسی وقت بھی قابلِ برداشت نہیں ہے نہ اس کی کوئی ذی فہم انسان ایک لمحہ کے لئے جائز قرار دے سکتا ہے۔ اس لئے یہ اجلاس حکومت سے پر زور طریق پر استدعا کرتا ہے کہ وہ اس ہنگامہ شرفساد کو جلد از جلد ختم کر دے (بالتفاق منظور ص ۲۷)۔

جمعیت علمائے ہند کی مجلس مرکزیہ کا یہ اجلاس مدح صحابہ کے متعلق صوبہ متحدہ کی حکومت کے کمیونٹک مورخہ ۳۰ مارچ ۱۹۲۹ء کو جو سنیوں کے جائز اور مبنی برانصاف مطالبات سے بہت کم ہے۔ موجودہ حالات کے پیش نظر غنیمت سمجھتا ہے اور بنظرِ استحسان دیکھتا ہے اور حکومت یوپی کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اس کمیونٹک کو جو سنیوں کے ایک مذہبی آئینی و شہری حق کے استعمال کی آخری حد ہے شیعوں کے امن سوز پروپیگنڈے سے مرعوب

ہو کر تبدیل کرنے کی کوشش ذکر ہے۔ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس ان مساعی کی پرزور مذمت کرتا ہے جو بعض حلقوں کی طرف سے حکومت ہند اور حکومت برطانیہ کو یہ باور کرنے کے لئے کی جا رہی ہیں کہ مدح صحابہ سنیوں کا اخلاقی و آئینی حق نہیں ہے اور یہ کہ تبرا اور مدح صحابہ کی حیثیت یکساں ہے۔ اگر حکومت ہند یا حکومت برطانیہ کی طرف سے اقلیتوں کے حقوق کے نام پر سنیوں کے اس مسلمہ حق میں کوئی مداخلت کی گئی تو مجلس مرکزیہ کی رائے میں اس کے نتائج نہایت دور رس اور تباہ کن ثابت ہونگے۔ جمعیت مرکزیہ کا یہ اجلاس بعض مخصوص افراد اور جماعتوں کے اس گمراہ کن اور شرارت آمیز پروپیگنڈا کی پرزور تردید کرتا ہے کہ مدح صحابہ کے ایجنڈیشن میں حکومت یوپی کا ہاتھ ہے اور اس نے سنیوں کو اس مطالبہ پر جو ایک عرصہ دراز سے مسلسل پیش کیا جا رہا تھا آمادہ کیا، اس قسم کا پروپیگنڈا جیسا کہ ظاہر ہے حکومت یوپی کے خلاف نہیں ہے بلکہ سنیوں کے ایک قدیم مطالبہ کے حصول کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے ہے اور اس کی ذمہ داری اسی جماعت پر عائد ہوتی ہے جو سنیوں کو اپنے حق کے استعمال سے ہر طرح سے روکنے کی کوشش کر رہی ہے (ایضاً جمعیت العلماء کا ہے) ^{۲۰۴} (۲۰۴)

مدح صحابہ کے سلسلہ میں جمعیت علماء ہند کا یہ اہم اجلاس (نوٹ) حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کی صدارت میں منعقد ہوا

تھا۔ جو اسی زمانہ میں طویل جلا وطنی کے بعد واپس ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ان قراردادوں سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا سندھی جتہ اللہ علیہ صبیہ عالی انقلابی علماء نے بھی صحابہ کرام اور حضرات خلفائے راشدین رضوان علیہم اجمعین کے شرعی مقام کے تحفظ کے فریضہ کو کبھی نظر انداز نہیں کیا اور وہ ہر مرحلہ پر اہل سنت والجماعت کے مذہبی حقوق کے تحفظ کے لئے بڑی سے بڑی جابر حکومتوں سے ٹکرتے رہے ہیں اس زمانہ میں امیر شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی قیادت میں مدح صحابہ رضی کی تحریک میں بلا خوف و ہمت لائے بڑی بے باکی سے حصہ لیا تھا اور اپنی قربانیوں سے تحفظ ناموس صحابہ رضی کی تحریک کو تقویت پہنچائی تھی۔

بنا کر دند خوش رسمے بجا کف خون غلطین

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت

تقسیم ہند سے پہلے ہمارے ممدوح صاحب سوانح شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ جمعیت علمائے ہند کے ممتاز رہنما رہے ہیں۔ چنانچہ جمعیت علمائے ہند کی ان مطبوعہ قراردادوں میں حضرت لاہوریؒ کا نام بھی آتا ہے۔ بنگال کے ہولناک قحط اور لاکھوں جانوں کے ضائع ہونے کی وجہ سے جمعیت علماء ہند کا ایک اہم اجلاس بمقام دفتر جمعیت علمائے ہند دہلی مورخہ ۲۵۔۲۶ اکتوبر ۱۹۴۳ء منعقد ہوا۔ اس زمانہ میں یورپ کی جنگ شد و مد سے جاری تھی اور جمعیت کے صدر

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی ^{رحمہ}۔ ناظم اعلیٰ۔
اور نصف کے قریب درکنگ کمیٹی کے ارکان مختلف جیلوں میں نظر بند
تھے۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب نائب صدر جمعیت علمائے ہند کی
صدارت میں مجلس عاملہ کا یہ اجلاس منعقد ہوا جس کی یاس شدہ
تجاویز میں تجویز نمبر ۴ کے تحت لکھا ہے کہ :-

جمعیت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ بنگال کے لاوارث بچوں
کی خدمت کے سلسلہ میں ابتدائی مصارف کے لئے خزانہ الجمعیت سے
ایک ہزار روپیہ کی منظوری دیتا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب
امیر انجمن خدام الدین لاہور نے اس سلسلہ میں تین سو روپیہ اور مولانا
بشیر احمد صاحب نے مبلغ دو سو روپیہ فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہے
مجلس ان حضرات کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ (جمعیت العلماء کیا ہے
حصہ دوم صفحہ ۲۵)۔

۱۳/۱۴ جولائی ۱۹۴۰ء کے

اجلاس بمقام دفتر جمعیت

حضرت لاہوتی کی گرفتاری

علمائے ہند دہلی زیر صدارت شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی صدر
جمعیت علمائے ہند کی ایک قرارداد میں ہے کہ :-

جمعیت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ اس دار و گیر کو جو ڈیفنس
آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت صوبجات یو۔ پی۔ پنجاب۔ بنگال وغیرہ
میں ہو رہی ہے اور بہت سے ملی و قومی کارکن گرفتار کئے جا چکے

ہیں۔ جن میں جمعیت علماء کے کئی مخلص کارکن بھی شامل ہیں (مثلاً مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیت علماء رضویہ اگرہ و مولانا احمد علی صاحب صدر جمعیت علماء رضویہ پنجاب۔ و مولانا محمد قاسم صاحب شاہجہان پوری وغیرہ) بے جانتہ اور مقتضیات وقت کے منافی خیال کرتا ہے۔ موجودہ زمانہ اس امر کا مقصدی تھا کہ حکومت آزادی^۱ محبان وطن کا زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل کرتی۔ مگر اس نے گرفتاریوں کی بھرمار کر کے مزید غم و غصہ اور بد اعتمادی کی فضا پیدا کر دی جو وطنی اور قومی مفاد اور ہندوستان کے امن و امان کیلئے بھی مضر ہے۔ (ایضاً صفحہ ۲۲۵)۔

جمعیت علماء ہند اور
 دوسری آزادی پسند
تقسیم ہند اور جمعیت علمائے ہند
 جماعتیں کانگریس وغیرہ ہندوستان کو انگریزی اقتدار و تسلط سے آزاد کرنے کی جدوجہد کرتی رہی ہیں۔ جب ہندوستان کی آزادی کا وقت قریب آیا تو مسلم لیگ اور انڈین نیشنل کانگریس میں یہ اختلاف پیدا ہو گیا کہ ہندوستان مذہبی بنیاد پر مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین تقسیم ہونا چاہیے یا نہیں۔ مسلم لیگ نے پاکستان کا فارمولا پیش کیا اور مطالبہ کیا کہ مسلم اکثریت کے صوبے مسلمانوں کو دئے جائیں اور ہندو اکثریت کے صوبے ہندوؤں کو۔ اس صورت میں مسلمانوں کو جو حصہ ملیگا اس کا نام پاکستان ہوگا جس میں مسلمان آزادی سے

اسلامی حکومت بھی قائم کر سکتے ہیں۔ لیکن کانگریس کا یہ مطالبہ تھا کہ ہندوستان کی تقسیم عمل میں نہ لائی جائے اور متحدہ ہندوستان بلا تقسیم آزاد ہو۔ اس اختلاف کی بنا پر علمائے دیوبند میں بھی نظریاتی اختلاف پیدا ہو گیا جمعیت علمائے ہند نے (جس کے صدر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند تھے) تقسیم ہند کی رائے یعنی قیام پاکستان کے نظریے سے اختلاف کیا اور شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اور ان کی جماعت تقسیم ہند یعنی قیام پاکستان کی حامی بن گئی جو مسلم لیگ کا نظریہ تھا۔ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح اور آپ کے متوسلین حضرات کی رائے بھی پاکستان کے حق میں تھی۔ دیوبندی علماء میں اس اختلاف رائے کی وجہ سے علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی جمعیت علمائے ہند سے جدا ہو گئے اور آپ نے جمعیت علمائے اسلام قائم کی جس کے صدر بھی علامہ مرحوم ہی تھے۔ لیکن جمعیت علمائے ہند اور جمعیت علمائے اسلام کا یہ اختلاف مذہبی اور اعتقادی نہیں تھا بلکہ صرف سیاسی اور ملکی اختلاف تھا اور دونوں حضرات کے سامنے مختلف منافع اور مضار تھے جن کی بنا پر یہ اختلاف ایک قسم کا اجتہادی اختلاف تھا۔ دونوں طرف اکابر علماء تھے جن میں سے کسی کی نیت پر شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت مدنی کا اخلاص | بندہ فادام اہل سنت سے میرے

محسن مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ لاہور و خلیفہ حضرت تھانویؒ نے ایک دفعہ بیان فرمایا تھا کہ علامہ عثمانیؒ نے مرض الموت میں اس باہمی اختلاف کے متعلق حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری بانی مدرسہ خیر المدارس ملتان و خلیفہ حضرت تھانویؒ سے یہ فرمایا کہ مجھے اپنے اخلاص میں تو شبہ ہو سکتا ہے لیکن مولانا مدنیؒ کے اخلاص میں مجھے کوئی شبہ نہیں ہے (۲) محدث العصر حضرت مولانا علامہ محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی) کی روایت ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے ایک اجلاس میں علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کی موجودگی میں فرمایا تھا کہ:-

بھائیو! اس سے زیادہ میں کیا کہ سکتا ہوں کہ میرے علم میں بیسٹ ارض پر شریعت و طریقت و حقیقت کا حضرت مولانا مدنیؒ سے بڑا کوئی عالم موجود نہیں۔ (شیخ الاسلام نمبر ۲۷ شائع کردہ جمعیت علمائے ہند دہلی)

(۳) مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ کے خطبہ صدارت میں علامہ عثمانیؒ نے حضرت مدنیؒ کے متعلق یہ فرمایا کہ:- بعض مقامات پر جو ناشائستہ برتاؤ مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اگر اس کے متعلق اخبارات کی روایات صحیح ہیں تو اس پر اظہار بیزاری کئے بدوں نہیں رہ سکتا۔ مولانا کی سیاسی رائے خواہ کتنی ہی غلط ہو ان کا علم و فضل

بہر حال مسلم ہے۔ اور اپنے نصیب العین کے لئے ان کی عزیمت و ہمت اور
انتھک جدوجہد ہم جیسے کابلوں کے لئے قابل عبرت ہے۔ اگر مولانا
کو اب مسلم لیگ کی تائید کی بنا پر میرے ایمان میں خلل بھی نظر آئے
یا میرے اسلام میں شبہ ہو تو مجھے ان کے ایمان اور بزرگی میں
کوئی شبہ نہیں الخ (خطبہ صدارت مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۵ء)۔

بعض متعصب اور نا عاقبت اندیش
لوگ اب تک حضرت مدنی قدس سرہ
کے خلاف علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم کے حسب ذیل اشعار پیش کرتے رہتے
ہیں جو مرحوم نے حضرت مدنی کی ایک تقریر کے متعلق کہے تھے۔

عجم ہنوز ندانند روز دیں در نہ

زد یو بند حسین احمد اس چہ بوالعجبی ست

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

یہاں تفصیل کی گئی نش نہیں اس موضوع پر حضرت مولانا مدنی
اور علامہ اقبال کے مابین خط و کتابت بھی ہوئی تھی جو اخبارات و رسائل
میں شائع ہوئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مدنی نے اپنی دہلی کی تقریر میں یہ
نہیں فرمایا تھا کہ ملت از وطن است یعنی ملت کی بنیاد وطن پر ہوتی
ہے۔ بلکہ یہ فرمایا تھا کہ ۱۔ "موجودہ زمانے میں قومیں او طان سے
بنتی ہیں۔" لیکن علامہ اقبال کو یہ بات پہنچائی گئی کہ آپ نے فرمایا

ہے کہ ۱۔ ملت وطن کی بنیاد پر بنتی ہے۔ حالانکہ لفظ ملت دین و شریعت پر بولا جاتا ہے۔ اور قوم مختلف اسباب پر مبنی ہوتی ہے تو جب حضرت مدنیؒ نے ملت وطن پر مبنی ہوتی ہے فرمایا ہی نہیں ہے تو ڈاکٹر اقبال مرحوم کے اشعار حضرت پر چسپاں ہی نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ جب حضرت نے اپنے خط میں اپنی تقریر کی وضاحت کی تو علامہ مرحوم نے اپنے الزام سے رجوع کر لیا۔ چنانچہ علامہ اقبال نے حضرت مدنیؒ کے مکتوب کی بنا پر مولانا طاہر اوت مرحوم کو اپنے خط میں لکھا کہ :- خط کے مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانان ہند کو فہیدہ نظریہ قومیت اختیار کر نیا مشورہ دیا لہذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ میں مولانا کے ان عقیدہ مندوں کے جو شریعت کی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دینی امر کی توضیح کے صلہ میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں۔ خدا تعالیٰ ان کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید کرے۔ نیز ان کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی قومیت دینی کے احترام میں میں ان کے کسی عقیدہ سے پیچھے نہیں ہوں۔ (منقول از نظریہ قومیت اور مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ علامہ اقبالؒ (مرتبہ طاہر اوت)۔

علاوہ ازیں یہ مراسلت حضرت مدنیؒ کی کتاب "متحدہ قومیت اور اسلام"

مطبوعہ مکتبہ محمودیہ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور میں بھی منقول ہے یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کا نظریہ متحدہ قومیت یورپین اقوام کے مروجہ نظریہ قومیت کے خلاف ہے چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جونپور کے اجلاس کے خطبہ صدارت میں اس امر کی وضاحت فرمادی تھی کہ اس کے خلاف یورپین لوگ قومیت متحدہ کے معنی جو مراد لیتے ہوں اور جو کانگریسی افراد انفرادی طور پر کانگریس کے فنڈ امینٹل کے مفہوم کے خلاف معافی بیان کرتے ہوں ان سے یقیناً جمعیت العلماء بیزار ہے اور تبری کر نیوالی ہے۔

(ملاحظہ ہو۔ پاکستان کیا ہے؟ حصہ دوم ص ۴۸)

خلاصہ یہ کہ جمعیت علمائے ہند نے قیام پاکستان کے مسئلہ میں جو اختلاف کیا ہے وہ نیکہ نیتی پر مبنی تھا۔ اور یہ اختلاف ایک سیاسی نوعیت کا ہے نہ کہ مذہبی۔ ورنہ جمعیت تو خالص اس اسلام کی داعی اور محافظ تھی جو سنت رسول اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ملا ہے۔ چنانچہ جمعیت علمائے ہند نے جو تحفظ و نفاذ شریعت کے لئے امیر الہند کا منصب تجویز کیا تھا اس میں امیر الہند کے شرائط میں سے یہ تھا کہ:-

(الف) مسلم مرد عاقل بالغ آزاد ہو۔

(ب) عالم باعمل ہو۔ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معافی اور حقائق کا معتد بہ علم رکھتا ہو۔ اغراض و مصالح شریعت

اسلامیہ و علم الفقہ وغیرہ سے واقف ہو اور احکام شرعیہ پر عمل کرنا اس کا شیوہ ہو۔

(ج) سیاسیات ہندو سیاسیات عالم اسلامیہ سے واقفیت تامہ رکھتا ہو اور حتی الامکان تجربہ سے اکثر مسائل رائے ثابت ہو چکا ہو اور فرائض امیر الہند کے تحت لکھا ہے کہ:-

(الف) اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لئے مناسب تدابیر اختیار کرنا اور اس کے لئے اصح وسائل و اسباب مہیا کرنا۔

(ب) عالم اسلامی کے داخلی و خارجی تغیرات احوال کے وقت مذہبی نقطہ نظر سے مشاورت اہل شریعہ ایسے احکام جاری کرنا جس سے مسلمانان ہند اور اسلام کا فائدہ مقصود ہو اور جس کا ماخذ کتاب سنت و آثار صحابہ کرام و فقہ ائمہ عظام ہوگا۔ الخ (جمعیت العلماء کیا ہے۔ حصہ دوم صفحہ ۸۵)۔

جب ۱۹۴۷ء میں ہندوستان

تقسیم ہوا۔ اور مسلم لیگ کا مجوزہ

قیام پاکستان کے بعد

پاکستان قائم ہو گیا تو پھر حضرت مولانا مدنی اور دوسرے اکابر جمعیت علمائے ہند پاکستان کے استحکام کیلئے دعائیں کرتے رہے اور ان کی یہی خواہش رہی کہ جو حصہ ملک کا مسلمانوں کو ملا ہے اس کی بقا ضروری ہے تاکہ اہل اسلام اس میں اسلامی نظام حکومت قائم کر سکیں۔ لہذا اب سابق سیاسی اختلاف کی بنا پر ان علمائے دیوبند کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا

فلاں الفلاں و دیانت ہے۔ جن کو قیام پاکستان سے اپنی صوابدید کے مطابق اختلاف تھا جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ماہنامہ الرشید کے دارالعلوم نمبر میں اس حقیقت کی تصریح کی گئی ہے کہ: حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قیام پاکستان کے بعد اپنے لاکھوں متوسلین کو جو پاکستان میں تھے ہمیشہ اس بات کی تلقین فرمایا کرتے تھے کہ وہ پاکستان کی ترقی و استحکام کے لئے سینہ سپر رہیں اور خود دعائیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ پاکستان کا مسئلہ اب مسجد کی حیثیت رکھتا ہے اور اس بات کے گواہ درویدی سینکڑوں لوگ ہیں۔ (عاشیہ میں لکھا ہے کہ:- ڈاکٹر عبدالرحمن شاہ دلی پبلی اوپن یونیورسٹی اسلام آباد نے بتایا کہ میں نے حضرت سے یہ فقرہ (یعنی پاکستان کا مسئلہ اب مسجد کی حیثیت رکھتا ہے) سچا سول آدمیوں کی موجودگی میں دیوبند میں سنا۔ (دارالعلوم دیوبند نمبر عنوان فتح باب صفحہ ۱۸۷) مولانا عبدالرشید الرشید۔)

حضرت لاہوریؒ اور پاکستان

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ بھی جمعیت علمائے ہند کے نظریہ کے علمبردار تھے لیکن اکابر حضرت کی خواہش کے مطابق حضرت نے استحکام پاکستان کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی مساعی کے تحت لیاقت علی خاں مرحوم وزیر اعظم پاکستان نے پاکستان دستور ساز اسمبلی میں ۱۹۷۹ء کو قراردادِ

پاکستان پاس کرائی تو شیخ التفسیر حضرت لاہوری نے اس کی مکمل تائید کی اور وزیر اعظم کو اس کا نامہ پر مبارکباد پیش کی۔ چنانچہ آپ کا ایک مضمون "استحکام پاکستان کے نام سے انجمن قدام الدین کے مطبوعہ مجموعہ رسائل میں شائع ہے جو آپ نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے ۵۷ ویں سالانہ جلسہ میں زیر صدارت خان عبدالقیوم خان سرحدی ۲۶ اپریل ۱۹۷۹ء کو پڑھ کر سنایا تھا۔ اس میں قیام پاکستان پر لاکھوں مسلمانوں کا قتل اور دیگر مسائل کا ذکر کرتے ہوئے بعنوان "گراں قیمت پاکستان کی قدر و منزلت" فرماتے ہیں کہ:-

معزز حضرات! جو چیز جس قدر زیادہ گراں قیمت ہو اس کی قدر و منزلت بھی اسی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ لہذا ہمارا فرض ہے کہ اس آزاد پاکستان کی پوری پوری قدر کریں اور اسے ایسا بنادیں کہ تمام ممالک کے لئے بالخصوص اپنے ہمسایہ ملک انڈین یونین کے لئے قابل رشک ہو۔ ہمارا نظام ان سے اعلیٰ ہو۔ ہماری تنظیم ان سے زیادہ مضبوط ہو (۱) (۲) ملک کے لئے مادی وسائل کا تذکرہ کرنے کے بعد روحانی وسائل کے بیان میں فرماتے ہیں کہ:-

یہ روحانی وسائل ایسے ہیں کہ اگر یہ ہاتھ آجائیں اور مادی وسائل کمزور ہوں تو بھی مسلمان سلطنت مادی وسائل والی سلطنت پر یقیناً فتح پالیتی ہے۔ ————— خالہ بن ولید نے جنگ موتہ میں اپنے سے پچاس گنی فوج کو جو سلطنت روم کی قواعد دان اور آئینی

فوج کئی اپنے رضا کاروں کی معیت اور معاونت سے شکست دیدی تھی۔
(ص ۲۱)۔

(۳) اسی مضمون میں آپ بعنوان "زبردست شہادت" فرماتے ہیں کہ میں اپنی سابقہ عرض کے سچے ہونے میں ایک زبردست شہادت پیش کرتا ہوں:- "خطاب کا بیٹا عمر فاروق جو باپ کے اونٹ چربا کرتا تھا اور پھر بھی باپ کی سخت و درشت خوبی سے سہارا لیتا تھا۔ اپنی خلافت کے ایام میں ۲۲ لاکھ مربع میل پر حکومت کرتا تھا۔ اس کی محدلت گسٹری اور عدل پروری اور رعایا نوازی اور دینداری کا درجہ ہمیشہ ہر ایک کے لئے موجب غبطہ رہا۔ غور کرو کہ حکمران کی یہ قابلیت اور کشور کشائی کی یہ اہلیت کہ دنیا کے تین بڑے براعظم اس کے زیر نگیں تھے۔ اسی قرآن پاک کی تعلیم پر عمل کا نتیجہ کئی" (بحوالہ رحمت للعلیین جلد سوم)۔ (استحکام پاکستان ص ۱۳۲)۔

(۴) نیز اس مضمون میں بعنوان:- "سرکاری ملازموں کے لئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان" بحوالہ مشکوٰۃ شریف لکھتے ہیں:- "انہ کتب الی عتالہ ان اہم امور کمر عندی الصلوٰۃ من حفظہا وحافظ علیہا حفظ دینہ ومن ضیعہا فهو لیس"۔
سواہا اضیع (ترجمہ) عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے تمام سرکاری ملازموں کو حکم بھیجا کہ تمہاری تمام ذمہ داریوں میں سے سب سے بڑھ کر میری نظر میں نماز ہے۔ جس نے خود

اس کی پابندی کی اور دوسروں سے کبھی پابندی کرائی اس نے اپنے دین کو بچا لیا اور جس نے نماز کو ضائع کیا وہ دوسرے کاموں کو زیادہ خراب کرتا ہوگا۔

(نتیجہ) اس فرمان شاہی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلامی سلطنت کے تمام حکام اپنی مسلمان رعایا کے دین کی حفاظت کے بھی ذمہ دار ہیں۔ لہذا حکومت پاکستان کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمانان پاکستان کے لئے نماز کو ضروری قرار دے اور اس کے ترک کرنے کو جرم ٹھہرائے۔ وما علینا الا البلاغ (عہد ۳)۔ اس مضمون کے آخر میں حضرت نے دعا کی ہے کہ وزیر اعظم پاکستان کے حق میں دعا کرتا ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں حق کہنے کی توفیق دی ہے انہیں اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی بھی توفیق دے۔ آمین یا اے العالمین الخ (استحکام پاکستان ص ۱۲)

قیام پاکستان کے بعد جمعیت

جمعیت علمائے اسلام کی قیادت علمائے اسلام پاکستان کے صدر اور سربراہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں لیکن آپ کی وفات کے بعد جمعیت کی تنظیم کا کام کچھ عرصہ ملتوی رہا۔ اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو جمعیت کا صدر منتخب کیا گیا آپ نے بوجہ بیماری اور بڑھاپے کے یہ کام حضرت مولانا مفتی محمد شفیع

صاحب بانی دارالعلوم نانک دارہ کراچی خلیفہ حضرت مہکانوی کے سپرد کر دیا اور بالآخر مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد ۱۹۵۶ء میں جمعیت علمائے اسلام کے جدید انتخابات کے لئے ملتان میں علماء کا ایک کنونشن منعقد ہوا جس میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کو جمعیت علمائے اسلام کا صدر منتخب کیا گیا اور پھر وفات تک حضرت ہی جمعیت کے صدر رہے ہیں اور جب ۱۹۵۸ء میں صدر ایوب کے مارشل لا نافذ کیا اور سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی گئی تو علماء کرام نے مذہبی تنظیم کے لئے نظام العلماء کے نام سے ایک جماعت قائم کر لی اس کے صدر بھی حضرت شیخ التفسیر ہی منتخب کئے گئے۔ اسی دوران جب صدر ایوب نے خلافت اسلام عالمی قوانین کا نفاذ کیا تو حضرت لاہوری کی قیادت میں علمائے اسلام نے اس کی سخت مخالفت کی۔ حتیٰ کہ اسی سلسلہ میں مارشل لا کے دوران ایک جلسہ عام بارغ بیرون دہلی دروازہ لاہور رکھا گیا جس میں حضرت امیر مولانا لاہوری نے صدر ایوب کے خلاف شریعت اقدامات کے خلاف سخت تقریر فرمائی۔ جس کے نتیجے میں آپ کو چھ ماہ کے لئے شہر لاہور کی حدود میں نظر بند کر دیا گیا۔

حضرت اعلیٰ لاہوری قدس سرہ کی قیادت و امارت میں جمعیت علمائے اسلام اور نظام
برکات امیر
 العلماء نے بہت ترقی کی اور ہر ضلع میں جمعیت کی تنظیمیں قائم ہو گئیں

بندہ کاتب الحروف کو حضرت نے جمعیت علمائے اسلام ضلع جہلم کا
 امیر اور مجلس شوریٰ کا ممبر نامزد فرما دیا تھا۔ اس دور میں جمعیت
 کے اجلاسوں میں بارہا اس امر کا مشاہدہ کیا کہ بعض دفعہ کوئی بڑا
 مشکل مسئلہ درپیش آجاتا تھا جس میں ارکان شوریٰ کی آراء میں
 اختلاف پایا جاتا تھا۔ لیکن اجلاس کے اختتام پر جو متفقہ فیصلہ ہوتا تھا
 اس پر سب ارکان مطمئن ہو جاتے تھے۔ حضرت اجلاس میں بہت کم
 بولتے تھے البتہ ضروری ارشادات سے اجلاس کو مشرف کرتے رہتے
 تھے۔ میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی برکات تھیں
 کہ مشکل مسائل بڑی آسانی سے حل ہو جاتے تھے اور حضرت کی امارت
 کے دوران جمعیت علمائے اسلام مذہبی اور اسلامی تنظیموں میں سب
 سے وسیع۔ مضبوط اور مؤثر جماعت تھی جس کے تحت علمائے اسلام
 پاکستان میں "اسلامی نظام حکومت" کے قیام کے لئے مؤثر جدوجہد
 کرتے رہے آخر حسب اعلان خداوندی کل نفس ذائقۃ الموت
 کے تحت شیخ التفسیر قطب زمان مخدوم العلماء والصلحاء قدس سرہ
 کی وفات سے جمعیت علمائے اسلام کا ایک دور ختم ہو گیا ہے
 ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
 ز جام دہر مئے کل من علیہا فان

حق تعالیٰ نے حضرت لاہوریؒ
 کو حسی اور معنوی دونوں قسم

ایک عظیم الشان کرامت

کی کرامتیں عطا فرمائی تھیں جو آپ کی مبارک حیات میں مشاہدہ کی جاتی رہی ہیں لیکن حسی کرامت سے معنوی کرامت کا درجہ بلند ہے کیونکہ حسی کرامت کے مشابہ کفار اور غیر مشرع لوگوں سے بھی بطور استدراج خوارق عادت کا سدور ہو جاتا ہے۔ لیکن معنوی کرامت میں اہل باطل شریک نہیں ہو سکتے اور معنوی کرامت دراصل ان مومنہ صفات اور صالحانہ اعمال کو کہتے ہیں جو ایمان و تقویٰ پر مبنی ہوتے ہیں۔ حضرت لاہوریؒ کی زندگی میں خلوص و تقویٰ اور اتباع سنت اور تحفظ شریعت کے جلوے نظر آتے ہیں۔ لیکن حضرت لاہوریؒ کو حق تعالیٰ نے وفات کے بعد ایک عجیب و غریب کرامت عطا فرمائی کہ علوم و اعمال قرآنی کی جو خوشبو آپ کے قلب و روح کو مسطر کرتی رہی تھی وہ قدرت خداوندی کے تحت حسی خوشبو میں جلوہ گر ہو گئی اور آپ کی قبر مبارک کی مٹی سے وہ قدرتی خوشبو تقریباً ایک سال تک پھیلتی رہی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ کاملہ واسعہ۔

بندہ نے بجائے واقعات کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تہہ انیف سے حضرت کے عقیدہ مساک

الاعتذار

اور نصب العین کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ حضور رحمت للعالمین۔ خاتم النبیین شفیع الذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ معیار حق ما انا علیہ واصحابی اور علیکم بسنتی وسنة الخلفاء

الراشدین المہدیین کے نصب العین کے آئینہ حق نما میں حضرت
 لاہوری کی عظیم شخصیت کو دیکھا جائے اور اس طویل نویسی پر یہ
 خادم اہل سنت معذرت خواہ ہے۔

والسلام

خادم اہل سنت مظہر حسین غفرلہ
 مہتمم مدرسہ اظہار الاسلام مدنی جامع مسجد کچوال
 ضلع کجہلم ————— ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ
 ۱۹ اگست ۱۹۷۸ء

سرفراز طاہر پرنٹرز یاقوت ڈوڈ نزد موقی مسجد اولپنڈی

کیتھ: محمد اعظم خوشنویس اولپنڈی۔ ادراہ اعجاز الکتابت ڈی اے وی کالج روڈ

تحریکِ خدامِ اہل سنت کی مطبوعات

قیمت

۱۵ -	آفتابِ ہدایت ردِ رفض و بدعت مصنفہ حضرت مولانا محمد کرم الدین ضاد پیر	۱۵ -
۴ -	مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت - مصنف شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین مدنی	۴ -
۳ -	سلاسلِ طیبہ -	۳ -
۲۵ -	مع توسل کی حقیقت - از قلم مولانا قاضی منظر حسین حنبلی	۲۵ -
۴ -	کلمہ اسلام کی تبدیلی کی خطرناک سازش -	۴ -
۵ -	کھلی چیمٹی بنام مودودی صاحب -	۵ -
۲ - ۲۵	شیعہ کتاب تجلیاتِ صداقت پر ایک نظر -	۲ - ۲۵
۲۵ -	دینی مدارس کے سنی شیعہ طلبہ کا اتحادی قلم -	۲۵ -
۱۲ -	بشارت الدارین بالصبر علی شہادتِ الحسین -	۱۲ -
۴ -	علمی محاسبہ بحجواب علمی جہانزہ (ردِ مودودیت) -	۴ -
۱ - ۵۰	مودودی مذہب - از قلم	۱ - ۵۰
۱ -	ہم ماتم کیوں نہیں کرتے	۱ -
۵۰ -	محمد ضیاء الحق کی خدمت میں سنی عرضداشت	۵۰ -
۵۰ -	یادگار حسین -	۵۰ -
۲ -	سنی مذہب حق ہے -	۲ -
۵ -	حضرت لاہوری فتنوں کے لغامیں	۵ -
۱۰ - ۲۵	عظمتِ صحابہ اور حضرت مدنی	۱۰ - ۲۵
۵۰ -	خدامِ اہل سنت کی دعوت و موقف	۵۰ -

کتابِ نئی مذہبِ حق ہے۔ پر۔ خدامِ الدین کا

منصفانہ تبصرہ :-

”سُنی مذہبِ حق ہے :- ایک شیعوں مُسنَد، علامہ عظیم خشتاکی کے کچھ سوالات — بریلوی مکتبہ کے ایک عالم مولانا محمد یعقوب شاہ جغتآں پھالیہ کے پاس بغرض جواب آئے جو انہوں نے جوابیہ کے لئے مولانا قاضی مظہر حسین جغتآں کے پاس ارسال کر دیئے۔ قاضی مٹا موصوف جو فرضِ رسالت کے سلسلہ میں مفید خدمات انجام دے رہے ہیں نے انتہائی مدلل جواب لکھے اور پھر اپنی طرف سے اہل شیعہ سے تین سوال بھی کئے اور انہیں شاہ جغتآں کے پاس ارسال کر دیا۔ شاہ جغتآں نے قاضی کے ایک مکتوب کو خط میں لکھا :- ”اگر وہ جوابات چھپ جائیں تو ہزاروں انسان ہدایت یافتہ ہو گئے جو اب ان نہایت مدلل بلکہ جواب دہ ہیں۔“

چنانچہ اسی جذبہِ صادقہ کے پیشِ نظر ان جوابات کو چھپوایا گیا جو چھوٹے سائز کے ۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنے ایک بیان میں سُنی مسلمانوں کی اکثریت کے پیشِ نظر فقہ حنفی کے نفاذ کا اعلان کرتے ہوئے یہ واضح کر دیا تھا کہ ہر فرقہ کے لئے علیحدہ قوانین ممکن نہیں (نوائے وقت ۲۲ فروری ۱۹۶۹ء) اس کے بعد سے شیعہ حضرات کی سرگرمیاں عجیب و غریب صورت اختیار کر گئی ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ شیعہ مذہب کے مکمل اکا ہی حاصل کی جائے۔ قاضی جغتآں کا یہ سالہ اس سلسلہ میں اچھا رہنما ثابت ہوگا۔ ہم برادرانِ اہل سنت سے اس سال کی بکثرت اشاعت کی درخواست کر رہے ہیں تاکہ ہم اپنی ملی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ یہ رسالہ چار روپیہ میں دفتر تحریکِ خدامِ اہل سنت چکوال ضلع جہلم سے دستیاب ہے۔“

(بشمیر یہ ہفت روزہ خدامِ الدین لاہور ص ۱۹)

محررہ ۸ مئی ۱۹۷۹ء - جلد ۱۴ شمارہ ۴۶